خواتین کے لیے درسِ قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن رسالہ

شمارہ نمبر27

Darsequran.com/haya

ای میگزین

پیامِ حیاء

جنید جمشید نمبر

وہ شفقتیں عنایتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ انکی نیک صحبتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ خصلتیں وہ عادتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ فخرِ گل نہیں رہا نہ رونق بہار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے

فہرست:

القرآن الحدیث(3)
حرفِ اوّل۔ مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب(4)
مفتی اعظم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے تاثرات (6)
مولانا طارق جمیل کا اظہارِ خیال(8)
سعادت کی زندگی شہادت کی موت(10)
ہمایوں جمشید کی باتیں۔ خصوصی انٹرویو(14)
"چند نعتیں، چند باتیں" جنید جمشید کی، درسِ قرآن ڈاٹ کام کے ساتھ ایک حسین شام(19)
جنید جمشید کی پاکستان سے محبت(24)
قاری سعد نعمانی کی جنید جمشید سے وابستہ یادیں(26)
کلام اثر جونپوری(28)
اونچی اڑان۔ مولانا محمد اسماعیل ریحان(29)
مخلص داعی۔ مفی محمد زبیر(33)
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم۔ آمنہ خوشید(36)
آپ کے تاثرات(42)
جنید جمشید کا آخری فیس بک سٹیٹس(48)
دل دل پاکستان کا دل نہیں رہا۔ یوسف سراج(52)
کلام ثمر سہارنپوری(55)
میں کیسے بدلا۔ جنید جمشید کی زبانی(57)
علماء کرام اور دیگر کے تاثرات۔ فاطمہ سعید(62)
شہید زندہ ہیں۔ بنت عبد الماجد فیض آبادی(65)
آنکھیں بھگو گیا ہے۔ صدف عبد القیوم(72)
الٰہی تیری چوکھٹ پر۔ منتخب کالم(74)
پر سوز آواز بلند اخلاق۔ سیمار ضوان(78)
دنیا بھر سے جنید جمشید کی شہادت پر تاثرات(80)

پیامِ حیاء ٹیم:
مدیرِ اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
معاونات: عائشہ فاروق آمنہ سعید، فاطمہ سعید، سیمار ضوان، ہادیہ زرین

Published at:
www.darsequran.com
Editorial Adress:
haya.online@yahoo.com

القرآن

”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالی ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔“ (سورہ آل عمران۔169۔171)

الحدیث

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔”شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔“ (مسند احمد)

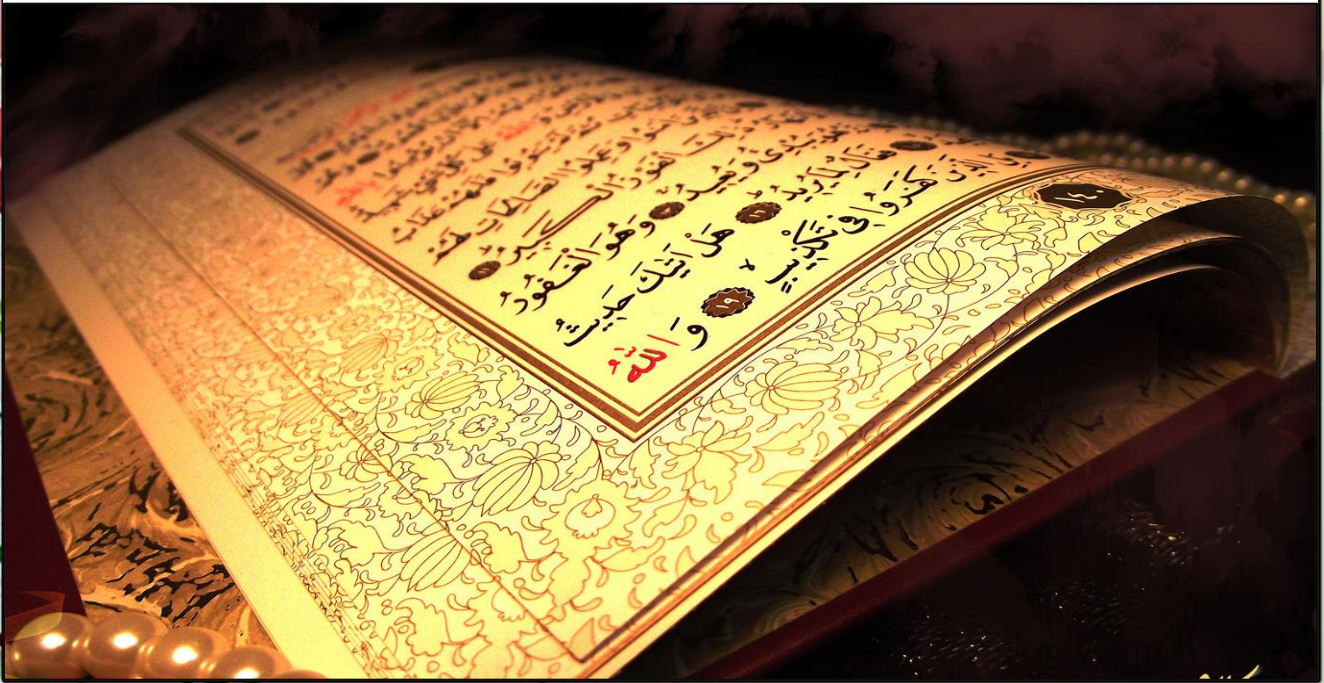

مولانا محمد اسماعیل ریحان

حرفِ اوّل

سر پر ہمارے قیامت گزر گئی

7 دسمبر کی شام قیامت کی تھی۔ پی آئی اے کا چترال سے اسلام آباد جانے والا طیارہ حویلیاں کے قریب گر کر تباہ ہو گیا۔ عملے سمیت ۴۷ افراد آناً فاناً جاں بحق ہوگئے۔ کتنے گھروں ،کتنے محلوں اور کتنے شہروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بچے اپنے ماں باپ کا اور والدین اپنے بچوں کا انتظار کرتے رہ گئے۔

یہ قومی سانحہ تھا جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ کہا جارہا ہے کہ تباہ شدہ طیارہ پرواز کے لیے ناموزوں تھا،اس کے باوجود اس کی پرواز کارِ سک لیا جارہا تھا۔ پی آئے اے کا عملہ حادثے کی ذمہ داری پائلٹ کی غلطی پر ڈال رہا ہے۔ تحقیقات ہورہی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر بہر کیف جانے والے تو اب واپس نہیں آسکتے۔ ان کی یادیں ان کے پیاروں کے دلوں میں ایک ٹیس بن کر اٹھتی رہیں گی۔ اسی بدقسمت طیارے میں خوش قسمت جنید جمشید اپنی اہلیہ سمیت سوار تھے۔ وہ چترال میں دعوت و تبلیغ کے لیے گئے تھے۔ وہاں ان کے بیانات بھی ہوئے جن میں وہ موت کی تیاری کی دعوت دیتے رہے۔ واپسی پر وہ خود اسلام آباد کی جگہ سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ جنید جمشید اہلِ پاکستان کے چہیتے تھے۔ کروڑوں دلوں کی دھڑکن تھے۔ ان کی آواز جو ایک مدت تک دلوں میں عشقِ مجازی کا درد جگاتی رہی، تبلیغی جماعت سے وابستہ ہونے کے بعد،دلوں کے روگ دور کرنے لگی ، عشقِ مجازی کے مریضوں کو عشقِ حقیقی کا پیغام دیتی رہی۔

جنید جمشید نے بہت بڑی قربانی دے کر اپنی زندگی کو تبدیل کیا تھا۔ وہ چالیس سال کی عمر تک شوبز کی دنیا میں شہرت کے آسمان پر تھے۔ بظاہر انہوں نے دنیا کی ہر آسائش اور ہر مادی خوشی حاصل کرلی تھی مگر اندر سے وہ روحانی عدم سکون شدت سے محسوس کرتے تھے۔ یہ کیفیت انہیں تبلیغی جماعت کے قریب لے گئی۔ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ نے اس نوجوان کی اصلاح، اس کی استقامت اور اس کی تربیت میں جو کردار ادا کیا،وہ سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ ان کی حکمت اور شفقت کی بدولت جنید جمشید ایک گلوکار سے مبلغِ اسلام بن گئے۔ راتوں کو اسٹیج پر مخلوط ماحول میں پرفارمنس دینے والا، ایک نئے قالب میں ڈھل کر راتوں کا عابد اور دن کا داعی بن گیا۔ ان کے قریبی دوستوں نے بتایا کہ وہ کچھ عرصے سے قرآن مجید حفظ کرنا

شروع کر چکے تھے اور ماشاء اللہ کئی پارے حفظ کر چکے تھے۔ ان شاء اللہ قیامت کے دن ان کا حشر مبلغین اور حفاظ و قراء کی جماعت میں ہو گا۔

ہم بھائی جنید جمشید اور اس طیارے میں سوار تمام مسافروں کے اہلِ خانہ اور پس ماندگان کے دکھ میں شریک ہیں اور تہہ دل کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور اس قسم کے سانحات سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ اگرچہ ہونی کو تو کوئی نہیں روک سکتا۔ مگر اربابِ حکومت کے لیے یہ موقع لمحہ فکریہ ہے۔ اس حادثے کی پوری غیر جانب داری سے تحقیقات ہونی چاہییں ۔ مسافروں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے کی کوئی مثال نہیں ہونی چاہیے جو ہمارے ایک قومی ادارے کی بدنامی کا باعث بنے۔ یہ سانحہ ہم سب کے لیے نشانِ عبرت ہے۔ انسان کو ایک لمحے کا پتا نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کی تیاری میں منہمک رہتا ہے اور موت اسے اچانک آدبوچتی ہے۔ طیارے میں سوار ہر شخص کسی نہ کسی ادھیڑ بن میں ہو گا۔ کوئی کسی سے تجارتی ڈیل کرنا چاہتا ہو گا، کسی نے کسی شادی غمی میں پہنچنا ہو گا۔ کوئی کسی سے مدتوں بعد ملنے جا رہا ہو گا۔ مگر موت سبقت کر گئی اور سب کام ادھورے رہ گئے۔ ہمارے بھی بڑے بڑے کام اسی طرح ادھورے رہ جائیں گے۔ آیئے، اس سے پہلے وہ کام پورا کرنے کی اپنی سی کوشش کر لیں جس کے لیے ہمیں دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

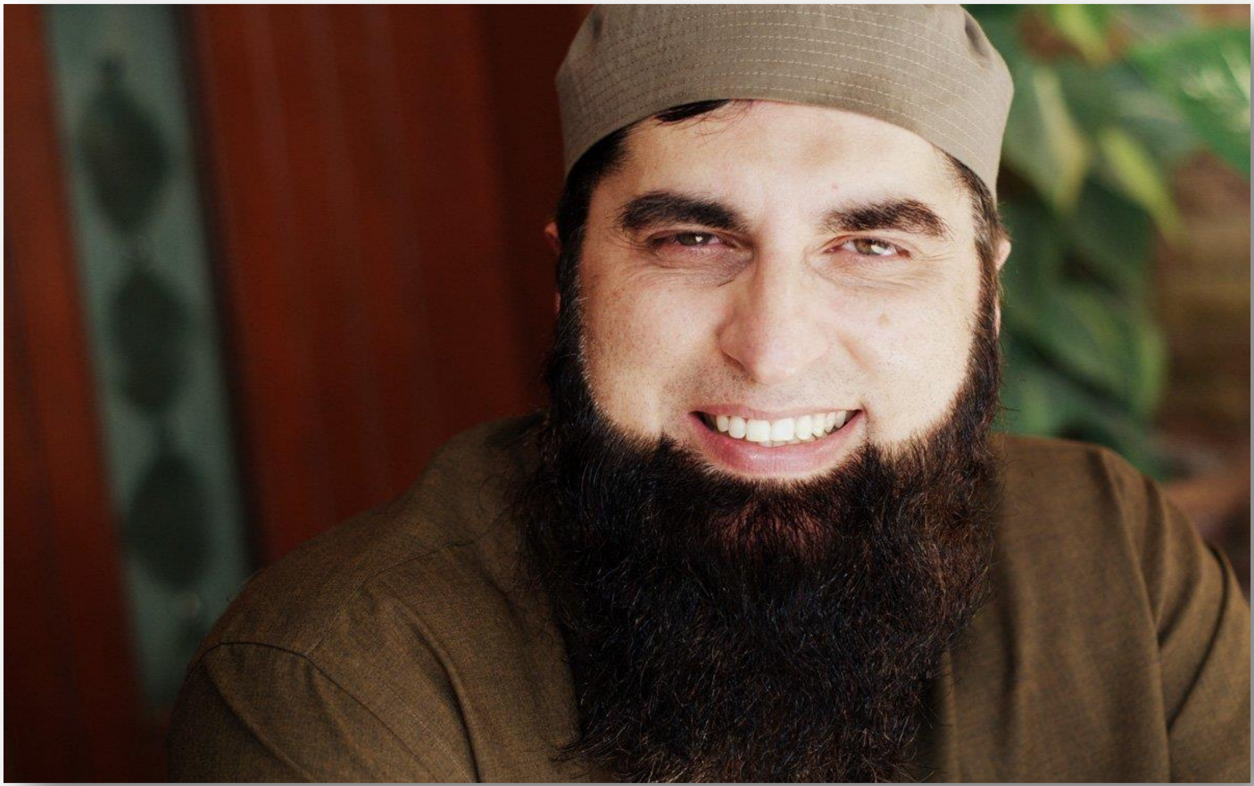

جنید جمشید شہید رحمہ اللہ سے متعلق مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے تاثرات

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس وقت میں رنج و غم کی فضا میں گفتگو کر رہا ہوں۔ ایک ایسے موقع پر جبکہ ہمارے بہت ہی عزیز اور پیارے دوست، جن کو آج مرحوم اور رحمہ اللہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے، وہ طیارے کے حادثے میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اس دنیا میں ہر ایک کو جانا ہے۔ کوئی بھی موت سے مستثناء نہیں۔ بعض لوگوں کا جانا ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں گہرے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ اللہ نے میرے عزیز جنید جمشید کو بعض ایسی صفات سے نوازا تھا جو اس دور میں کمیاب و نایاب ہیں۔ وہ اپنے اخلاق کے اعتبار سے، اپنے تدین کے اعتبار سے اور حسن سلوک کے اعتبار سے نئی نسل کے لیے روشن مثال تھے۔

سب لوگ جانتے ہیں وہ اپنی ابتدائی زندگی میں سنگر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ اس حیثیت سے انہوں نے جتنی رونقیں اور عزتیں کمائیں، وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہیں۔ ایسی حالت میں جب ساری دنیا ان کے گن گا رہی تھی اور دولت ان کے قدموں میں نچھاور تھی، ان کو اللہ نے آخرت کی فکر عطا فرمائی۔ انہوں نے ظاہری دنیا کے مفادات کو پامال کر کے خالص اللہ کے لیے دنیوی زندگی کو خیر باد کہا۔ یہ عظیم قربانی اللہ کے لیے دی۔ پھر کھلی آنکھوں اللہ کے

اس وعدے کا مشاہدہ کہ جو اللہ کے ڈر سے غلط کام چھوڑ تا ہے اسکو اللہ ایسے سبب سے رزق عطا کر تا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو تا۔

پھر انہوں نے گلی گلی کوچے کوچے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ ان کی اصلاحی نظمیں زبان زد عام ہو گئیں۔ بچے بچے کی زبان پر ان کی نعتیں پہنچ گئیں۔ میری مناجات "الٰہی تیری چوکھٹ پر" میں نے تو لکھ کر رکھ دی تھی۔ انہوں نے پڑھ کر کل عالم میں پہنچا دی۔ اس راہ میں جب کوئی چلتا ہے تو اس کو آزمائشیں بھی پیش آتی ہیں۔ یہ داعی حق کے سر کا تاج ہوتی ہیں۔ ان کو بھی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ جب اللہ کا بندہ سیدھے راستے پر چلتا ہے اور اس پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ بھی مدد فرماتے ہیں۔ الحمدللہ آزمائشوں کے بادل بھی چھٹ گئے۔ آخری سفر بھی ان کا اللہ کے راستے میں تھا۔ آخری جمعہ چترال میں پڑھایا۔ یہ آیت تلاوت کی۔" جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی۔" (سورۃ البقرہ) یوں ایک خاص پیغام دیا۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس بلالیا اور شہادت کا رتبہ عطا کیا۔

ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں۔ جو لوگوں کی طعن و تشینی سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں لگے رہیں۔ ان پر فقرے کسے گئے۔ یہاں تک کہ جانی اذیت بھی پہنچائی گئی۔ لیکن انہوں نے سب برداشت کر لیا اور امت کے اتحاد میں لگے رہے۔ درحقیقت ان کی زندگی نئی نسل کے لیے مثال ہے۔

آج ان کی جدائی پر ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر دل رنجیدہ ہے۔ یہ خیال آتا ہے کہ جس مقصد کے لیے ان کی زندگی گزری، اللہ نے اس مقصد تک شہادت کے ذریعے پہنچایا۔

مجھ کو رات سعید انور صاحب بتا رہے تھے کہ انہوں نے اپنے حالیہ کسی بیان میں لوگوں سے درخواست کی کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں۔ ان میں سے یہ بھی دعا تھی کہ اللہ اپنے راستے میں موت عطا فرمائے۔

کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اپنی زندگی میں انقلاب لا کر اللہ کی رضا کے لیے خود کو تج دیا اور پھر اللہ کے راستے میں اللہ سے شہادت کی دعا مانگی۔ پھر جاتے جاتے عظیم پیغام ہم سب کو دے گیا کہ خوش نصیب وہ ہے جو موت سے پہلے موت کا سامان کرلے۔ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔ دنیا کے لیے اتنا عمل کرے جتنا دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا کرے جتنا آخرت میں رہنا ہے!"

جنید جمشید کی شہادت پر

مولانا طارق جمیل صاحب کے تاثرات

”قال اللہ تعالیٰ کل من علیھا فان و یبقیٰ ذوالجلال والاکرام ۔ وقال تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت۔

میں اس وقت بہت کرب سے گزر رہا ہوں۔ بڑے صدمہ کی کیفیت ہے کہ ایک بہت بہترین ساتھی ، میرا دوست لاکھوں کروڑوں دلوں کی دھڑکن ، جس نے ایک اللہ کے رسول کی نعتیں پڑھ کر دلوں کو گرمایا ۔ ساری دنیا میں تبلیغی نسبت کے ساتھ اللہ کے کام کو پھیلایا ، آج اچانک وہ ہم سے بچھڑ گیا۔جانا تو طے ہے ۔دنیا ایک دھوکا ہے ۔جانا ایک حقیقت ہے۔زندگی ایک سراب ہے۔پانی کا ایک بلبلہ ہے۔موت ایک اٹل ہے۔لیکن ایسے اچانک کوئی اپنا قریبی بچھڑ جائیں تو سارا وجود لرز اٹھتا ہے۔یوں جیسے زندگی ایک بہت بڑا جھٹکا کھا کر لڑکھڑائی ہو۔ اللہ سنبھال تو دیتا ہے ۔ جنید جمشید ایک بہترین انسان تھا۔میری اسکی رفاقت 20 سال کی ہے۔میں نے ایسے اخلاق والے بہت کم دیکھے۔

آج سے بیس سال پہلے میرے سامنے ٹی وی چل رہا تھا۔آواز بند تھی۔میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان پیچ پر ڈانس کر رہا ہے اور اسکے چاروں طرف لڑکیاں ناچ رہی ہیں۔تو میرے جی میں آیا کہ اس نوجوان کو کیسے ہدایت ملے گی اس لحاظ سے نہیں بلکہ اللہ تو قادر ہے۔اس لحاظ سے کہ کہ کتنے غلط ماحول میں ہے اس تک کون پہنچے گا۔اس کو کون اللہ کا پیغام سنائے گا۔خیال تو آکر گزر گیا۔1997 میں کراچی اجتماع کی بات ہے۔ایک نوجوان نے کہا پاکستان کا مشہور گلوکار ہے جنید جمشید۔ اس سے آپ ملاقات کر لیں۔میں نے کہا لے آؤ۔جب وہ اندر آیا تو وہ وہی نوجوان تھا جس کو میں نے ٹی وی اسکرین پر ناچتے دیکھا تھا۔میں حیران اور خوش بھی ہوا۔پھر تعارف کرایا۔پھر اس نے کہا آپکی باتیں مجھے ایسی لگ رہی ہیں کہ جیسے میرے زخموں پر کوئی مرہم رکھ رہا ہو۔اسکے بعد 4 ماہ کے لیے نکلا تو اس کا فون آیا بالاکوٹ سے۔”مولانا میں اس وقت ایک چھوٹی مسجد پرانی پھٹی ہوئی چھٹائی ہے جس پر لیٹا ہوا ہوں۔جس سکون کو میں 5 سٹار کے ہوٹل، موسیقی کی محفلوں میں ڈھونڈتا تھا وہ سکون مجھے یہاں مل رہا ہے۔مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہواؤں میں اڑ جاؤں گا۔“ میں نے کہا تمھاری روح کو اللہ کا سکون ملا۔ ۔اس دور میں وقت بھی لگاتا رہا اور گاتا بھی رہا۔اس

نے کہا اگر آپ مجھے ایک بار کہتے کہ تم غلط کر رہے ہو تو آپ سے کبھی نہیں ملتا۔ آہستہ آہستہ پھر خود اللہ نے دل میں ڈال دیا اور 4 ماہ کے بعد تو سب کچھ چھوڑ دیا۔ پھر اس پر حالات آئے تنگی آئی۔ مجھ سے کہا مولانا میرے گھر میں اتنے پیسے نہیں کہ ماں کے لئے دوالا سکوں۔ اور Pepsi والوں نے کروڑوں کی پیشکش کی لیکن میں نے معذرت کر لی۔ پھر آخری وقت بھی اللہ کی راہ میں 10 دن کے لئے گیا تھا اور شہادت نصیب ہوئی۔

میں نے اخلاق میں جنید جیسے بہت کم دیکھے۔ اس نے توڑنے والا سے جوڑا۔ اس نے نہ دینے والوں کو دیا۔ زیادتی کرنے والوں کو معاف کیا۔ یہ اسکی عالیشان صفت تھی۔ پھر 2007 سے 2016 تک 10 حج اکٹھے ہوئے۔ یہ J.J کے نام سے صرف حجاج کی خدمت کا جذبہ تھا۔

ایک بار رائیونڈ میں زار و قطار رونے لگا . پھر کہا مولانا آپکو نہیں پتہ آپ نے مجھے کہاں سے نکال کر کہاں کھڑا کیا۔ میں تسلی دیتا یہ اللہ نے بدلہ دیا۔ اسکی وفات سے پوری دنیا کا نقصان ہوا اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ اور اللہ جنید کی مغفرت فرما کر انکے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

دھیمی اور ملائم آواز

جنید جمشید کی شہادت پر بی بی سی کی خبر کا متن:

نرم آواز اور ملائم لہجے والے جنید جمشید کی تمام زندگی ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ کی جانب سفر سے عبارت رہی۔ وہ سفر جو کنسرٹ ہال سے شروع ہو کر مختلف موڑ مڑتا، کہیں یوٹرن لیتا، کہیں رکتا، پلٹتا، بالآخر سات دسمبر کو حویلیاں کے قریب ایک پہاڑی پر ہمیشہ کے لیے انجام پذیر ہو گیا۔ جنید جمشید خود کہتے ہیں کہ میں فائٹر پائلٹ بننا چاہتا تھا، نہیں بن سکا، ڈاکٹر بننا چاہتا تھا، نہیں بن سکا۔ انجنیئر بننا چاہتا تھا، نہیں بن سکا۔ گلوکار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن بن گیا۔ جنید گلوکار بنے اور ایسے گلوکار بنے کہ 2003 میں بی بی سی کے ایک سروے کے مطابق ان کا ملی نغمہ 'دل دل پاکستان' دنیا کا تیسرا مقبول ترین گیت قرار پایا۔ لیکن جنید گلوکاری کے پڑاؤ پر بھی نہیں رکے۔ اس میدان میں شہرت، عزت اور دولت کمانے کے بعد انھوں نے ایک بار پھر اپنی سمت بدل دی اور شوبزنس کی چکاچوند چھوڑ کر مذہب کی دنیا کی طرف نکل گئے۔ اسی دوران انھوں نے جے ڈاٹ کے نام سے ملبوسات کا کاروبار بھی شروع کر دیا جو آج پاکستان کے نمایاں ترین فیشن برینڈز میں سے ایک ہے۔ 1987 میں پاکستانی ٹیلی ویژن پر ایک گانا سنائی دیا۔ چار لڑکے ایک کھلی جیپ میں بیٹھ کر ایک سبزہ زار میں آتے ہیں اور گانا شروع کر دیتے ہیں۔ انھی کے درمیان سبز شرٹ اور سفید پتلون میں ملبوس ایک دبلا پتلا نوجوان بھی ہے، جس کی آواز دھیمی اور ملائم ہے، لیکن اس کے باوجود آواز، شاعری، موسیقی، اور ان سب سے بڑھ کر کچھ ایسا جوش و جذبہ ہے کہ ساری چیزیں مل کر ایسی کیمسٹری پیدا کرتی ہیں کہ یہ گانا ملک کے ہر دل میں دھڑکنے لگتا ہے۔ آج دل دل پاکستان کو ملک کا دوسرا قومی ترانہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ بالی وڈ نے 'دل دل ہندوستان' کے روپ میں مکھی پر مکھی مارنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

تاثرات: شفیق اجمل

(درسِ قرآن ڈاٹ کام)

جنید جمشید کی شہادت کو ایک سال ہو گیا ہے لیکن لگتا ہے وہ آج بھی زندہ ہیں اور ابھی ان کا فون آئے گا اور ہماری بات ہو رہی ہو گی۔ پورا سال 365 دن کوئی وقت اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا جب ایسا لگا ہو کہ جنید جمشید چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان سے دین کا بڑا کام لیا ۔ویسے تو ماشاللہ دین کا کام کرنے میں اللہ نے بہت سارے لوگوں سے بہت کام لئے اور لے رہے ہیں۔ بڑے بڑے بزرگ ہیں بڑے اللہ والے ہیں لیکن جنید جمشید ایک منفرد انداز میں آئے اور چلے بھی گئے۔ انہوں نے نوجوان نسل کو جتنا متاثر کیا ہے اس کی بہت کم مثالیں ملیں گی۔

جنید جمشید کی زندگی پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو کچھ چیزیں واضح طور پر نمایاں نظر آتی ہیں، لوگوں سے اخلاق اور محبت سے ملنا۔ چاہے وہ امیر ہو، چاہے وہ غریب ہو، چاہے وہ ان کا دوست ہو چاہے وہ اجنبی ہو۔ وہ جس سے بھی ملتے تھے ان کا اسٹائل اور تعلق ایسا ہوتا تھا کہ جیسے وہ بہت پرانے ساتھی ہیں اور یہی وہ وجہ ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ہر کوئی کہتا ہے کہ وہ میرا دوست تھا، وہ میرا دوست تھا۔ ان سے ملنے اور دیکھنے والے ہزاروں لوگوں کو ایسا لگتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ ان ہی سے پیار کرتا ہے۔ ان کی عجیب شخصیت تھی۔ ان کا اپنا ایک اسٹائل تھا ان کی ایک آواز تھی اور وہ ایک آواز اتنی اثر انداز تھی کہ اس جیسی آواز ہمیں دور دور تک سننے کو نہیں ملتی۔

ان کی کس کس بات کو ہم یاد کریں، ان کی ہر بات انوکھی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ٹی وی پہ ہوں مسجد میں ہوں یا کسی اور جگہ، ہر جگہ لوگ ان کے دلدادہ تھے اور آج بھی سب ان کے لیے روتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ ایسی محبت ایسا تعلق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ کیا

بوڑھے کیا جوان، کیا بچے، ہر ایک ان سے ملتا اور متاثر ہو کر ان کی بات سنتا تھا۔ جنید بھائی کی بات سننے سے نوجوانوں کے دل میں دین کی محبت آسانی سے آجاتی تھی اور دین پر عمل کرنا ان کے لئے آسان ہو جاتا تھا۔ جب وہ دعوت تبلیغ میں بیان کرتے تھے سینکڑوں نوجوان ایک ساتھ مسجد کی طرف چل دیتے تھے۔ وہ دنیا کے چپے چپے میں گئے اور دین کو پھیلایا، ہر جگہ ان کے چاہنے والے ہیں۔ مجھے آج بھی یاد ہے دس سال پہلے امریکا سے چند نوجوان آئے، وہ ان کی حمد و نعت سن کے دین کی طرف آئے تھے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو تبدیل کر لیا تھا۔ پہلے وہی نوجوان ان کے گانے سنتے تھے اور بعد میں ان کی نعتیں اور ان کی زندگی کو دیکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو بھی تبدیل کر دیا۔ تو اللہ تعالی نے جنید بھائی سے بہت کم وقت میں دین کا بہت زیادہ کام لیا۔ اس کام کی بدولت جنید جمشید سینکڑوں سال تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے اور وہ اپنی روشنی دیتے رہیں گے۔ ان کے نعتوں اور بیانات سے نوجوانوں کو روشنی ملتی رہے گی۔ لوگ ان کی باتیں سنتے رہیں گے اور ان کی حمد و نعت پڑھتے رہیں گے اور ان پر اس کا اثر ہو گا اور ہماری اگلی نسلیں بھی دین پر آسکیں گی۔

ہمارے ساتھ یعنی درس قرآن ڈاٹ کام کے ساتھ ان کے تعلقات اور محبت بہت زیادہ رہی۔ وہ خود وقت طے کر کے بتاتے تھے کہ میں فلاں تاریخ کو آؤں گا۔ مجھے اس کا بھرپور اندازہ تھا کہ جنید بھائی بہت زیادہ مصروف ہیں۔ میں کوشش کرتا تھا کہ فون نہ کروں، یعنی بہت ضروری بات پر ان کو کال کروں۔ مجھے اس بات کا احساس رہتا تھا کہ وہ پورے وقت لوگوں میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی محبت تھی کہ وہ ہمیشہ یاد کرتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کا نام بھی روشن کیا۔ اللہ تعالی نے ان سے اپنے دین کا کام لیا۔ وہ اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کا پیغام پھیلانے میں کامیاب رہے۔ ایک کامیاب انسان تھے اور انہوں نے اپنے وجود سے ہمیں بہت سارے سبق دے کر گئے۔

۔ وہ ایک سچا پکا مسلمان تھا۔ ایک ایسا مسلمان جو حضور ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا ،اللہ تعالی سے بہت ڈرنے اور بہت محبت کرنے والا تھااور لوگوں سے بہت پیار اور محبت کرتا تھا۔لوگوں کی جلی کھٹی باتوں کو صبر سے برداشت کرتا تھا۔اس کو قریب والے تو جانتے ہی ہیں لیکن جب ہمارے معاشرے کے کچھ نادان لوگوں نے غلط سلوک کیا تو اس پر انہوں نے ان کے ساتھ جو رویہ اپنایا تھا وہ سب کے سامنے ہے۔انہوں نے کبھی کسی کو برا نہیں کہا، کبھی کسی کو گالی نہیں دی، چاہے کتنی بھی تکلیف کسی نے پہنچائی ہو۔ ان کو اس سے زیادہ تکلیف کیا ہو سکتی تھی جب ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور جس ذات سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ دن رات اس کی تعریف کرتا تھا،اس کو اسی ذات کا گستاخ کہا گیا، اس نے ان کو بھی معاف کر دیا۔وہ راتوں کو تہجد میں روتے تھے اور جن لوگوں نے ان کو تکلیف پہنچائی ہے ان کے لیے ہدایت کی دعا کرتے تھے اور وہ منظر دیکھنے کے قابل ہوتا تھا کہ جب وہ اللہ تعالی سے مناجات کرتے تھے ۔ کاش وہ نادان لوگ توبہ کریں جن لوگوں نے عوام الناس کے سامنے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

جنید بھائی تو کامیاب ہو چکے ہیں۔انہوں نے جس طریقے سے لاکھوں لوگوں کو متاثر کیا۔ نماز پہ لگایا، لاکھوں لوگوں کی زندگی بہتر کرائی، لاکھوں لوگوں کو زندگی بہتر کرنا سکھایا۔ ان سے متاثر لاکھوں لوگ ہیں، ایک بھی بندہ کسی کی وجہ سے تبدیل ہو کر اللہ کی طرف آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے بڑا انعام ہے ، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے، پھر جنید بھائی نے لاکھوں لوگوں کو بدلا،

اور اس کی محبتیں آج بھی لوگوں میں موجود ہیں۔ ہم اس کو کسی طرح بھول نہیں پاتے۔ لوگ انٹرنیٹ پر اور جو لوگ واٹس ایپ اور فیس بک استعمال کر رہے ہیں روز جنید جمشید کی نعتیں اور تبلیغی بیانات درس قرآن ڈاٹ کام سے شئیر ہو رہی ہیں اور وائرل ہو رہی ہیں۔

جنید جمشید ہمارے لئے اور ہمارے نوجوانوں کے لئے ایک ہیرو ہے۔ ہم اس کو فالو کر کے دنیا بھی کما سکتے ہیں اور آخرت بھی۔ دنیا میں بھی اللہ نے اس کو کامیاب کیا اور آخرت میں بھی کامیاب کرے گا انشاءاللہ اور ہر نوجوان مسلمان یہی چاہے گا کہ دنیا میں بھی کامیاب ہو اور آخرت میں بھی کامیاب ہو۔ انہوں نے اپنے آپ کو صرف مسجد تک محدود نہیں رکھا۔ وہ پوری دنیا میں گئے بازاروں میں بھی گئے اور مساجد میں بھی اور ہر جگہ اللہ کا پیغام لے کے گئے، بڑے لوگوں میں بھی گئے اور وہ چھوٹے لوگوں میں بھی گئے۔ میں چاہوں گا کہ جو ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ تبلیغ میں وقت لگایا اور وہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر گئے، دنیا بھر میں ان کے ساتھ گئے، وہ لوگ جنید کے بارے میں اپنی تحریریں لے کر آئیں۔ اس سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ لوگ چاہتے ہیں۔ آج بھی چاہتے ہیں اور کل بھی چاہیں گے کہ اس کے بارے میں پڑھیں۔ کچھ نیا اور انوکھا۔ کچھ ایسا جو ابھی تک ان کی نظروں سے اوجھل تھا۔ ان پر کتابیں لکھی جائیں ان پر رسالے لکھے جائیں۔ درس قرآن ڈاٹ کام بھی اسی سلسلے سے پہل کر رہا ہے اور آپ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ آپ لوگ اس میں آگے بڑھ کر ان کی زندگی کے جو خوبصورت اور بہترین پہلو ہیں جس سے لوگوں کو رہنمائی مل سکتی ہے اور آج دنیا بھر میں جو مسلمان نوجوان مایوس ہیں وہ ان کو جینے کا سلیقہ سیکھاتی ہوں، ایسی تحریریں لے کر آئیں اور آگے بڑھائیں۔ اس کو لوگوں تک شئیر کریں اور نوجوانوں سے گزارش ہے کہ وہ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالی جنید بھائی کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ آمین!

درسِ قرآن ڈاٹ کام کے لیے خصوصی انٹرویو

جنید جمشید کے بڑے بھائی

ہمایوں جمشید کی باتیں

سوال: سب سے پہلے آپ اپنے بارے میں بتائیں۔

ہمایوں جمشید صاحب: السلام علیکم! میرا نام ہمایوں جمشید ہے۔ میری کراچی کی پیدائش ہے میرے والد صاحب ائیر فورس میں ہوتے تھے۔ میرے والد صاحب کی پی اے ایف بیس میں پوسٹنگ تھی۔ میرے والد صاحب ائیر فورس میں ایک فائٹر پائلٹ تھے۔ 65ء کی جنگ کے بعد میری پیدائش ہوئی کراچی میں، اور میں نے ابتدائی تعلیم کراچی میں ہی حاصل کی۔ پھر میں نے پشاور میں بھی تھوڑا عرصہ پڑھا۔ میرے والد کی وہاں پوسٹنگ تھی۔ پھر میں نے ایبٹ آباد میں بھی چار پانچ سال تعلیم حاصل کی۔ پھر میں گورنمنٹ کالج لاہور چلا گیا۔ وہاں سے گریجویشن کی۔ اور وہاں سے میں نے ماسٹرز کیا انٹرنیشنل ریلیشن شپ میں اور اس کے بعد میں تعلیم کے لئے یوکے چلا گیا۔ جہاں سے میں نے ماسٹرز ان بزنس ایڈمنسٹریشن بھی کیا۔ اس کے بعد میں نے بینکنگ کیریئر کا آغاز کیا اور انگلینڈ میں پہلے انویسٹمنٹ بینک میں کام شروع کیا۔

پھر وہاں سے میں واپس پاکستان آیا۔ یہاں تھوڑا سا کام کیا پھر دبئی چلا گیا اور تقریباً 26،25 سال سے بینکنگ کے شعبہ سے منسلک رہا۔ ان میں سے پچھلے 8،7 سال وہ عرصہ ہے جن میں میں نے کنوینشنل بینکنگ چھوڑ کر اسلامک بینکنگ میں کام کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت عزت دی اُس بینکنگ کے شعبہ میں بھی اور اسلامک بینکنگ کے شعبہ میں بھی۔ میں اب تک کوئی دو تین بینکس کو ہیڈ کر چکا ہوں۔ آخر جب میں دبئی میں تھا وہاں ایک اسلامک بینک کا میں سی ای او تھا اس کے بعد ایک اسلامک کنسلٹنٹ بزنس بھی کھولا ہے۔ الحمدللہ ایک فرینچ فرم کے ساتھ مل کر جہاں ہم دنیا میں جاتے ہیں اور لوگوں کو اسلامک بینک کھول کر دیتے ہیں ایسٹ مینجمنٹ کمپنیز اور اسلامک فائنینس کے بزنس کو پرموٹ

کرتے ہیں تو الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس راستے پر بھی کام لیا۔

سوال: آپ کے والدین کا تعلق کس برادری سے تھا؟

ہمایوں جمشید صاحب: میرے والد صاحب پٹھان تھے۔ ان کا تعلق کے پی کے سے تھا۔ لیکن میرے والد صاحب اور ان کے والد صاحب اپنے پروفیشنل کام کی وجہ سے کبھی وہاں رہے نہیں اس لئے ہماری پشتو بھی کبھی پکی نہیں ہو سکی۔ میری والدہ کا تعلق انڈیا کی ایک رائل فیملی سے تھا اور وہ لوگ بھی 47ء کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آگئے تھے۔

سوال: آپ کل کتنے بھائی بہنیں ہیں۔ باقی بھائی بہنیں کہاں ہیں۔ کیا جنید بھائی کے دینی انقلاب کا اثر ان پر بھی پڑا؟

ہمایوں جمشید صاحب: ہم لوگ چار بہن بھائی ہیں جنید سب سے بڑا تھا پھر میں تھا مجھ سے جنید کوئی ایک سال بڑا تھا۔ پھر میری بہن ہے جو مجھ سے تین سال چھوٹی ہے۔ پھر سب سے چھوٹا ایک بھائی ہے عمر۔ وہ انگلینڈ میں ہے۔ وہ تقریباً چھ سال چھوٹا ہے۔ میں اور جنید مسرور ائیر بیس کراچی میں پیدا ہوئے۔ جنید ہی کے دور میں الحمد للہ والد صاحب میں بھی تبدیلی آئی اور والد صاحب کے چار مہینے جنید سے بھی پہلے لگے اور پھر اس کے بعد میری بہن میں بھی بہت تبدیلی آئی اور وہ ماشاءاللہ عالمہ بن چکی ہے۔ اس نے بھی یہ راہ اپنائی پھر الحمد للہ اللہ نے میرے ساتھ بھی بہت احسان کا معاملہ کیا اور میں نے آج سے سات سال پہلے حج کیا اور اس کے بعد چار مہینے لگائے اور اس کے بعد زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آئی۔

سوال: جنید بھائی بچپن میں کیسے تھے؟ بچپن کی ان کی کوئی شرارت؟

ہمایوں جمشید صاحب: ہماری دوستی بہت تھی کیونکہ ہم دونوں ہم عمر تھے۔ شرارتیں ساتھ کرنا مستیاں بھی ساتھ کرنی۔ ہم نے ماریں بھی بہت کھائی ہیں۔ بہت شرارتیں کرتے تھے۔ زیادہ تر شرارتیں میں شروع کرتا تھا لیکن اس کی ذمہ داری جنید بھائی پہ آجاتی تھی۔

سوال: پڑھائی کے دور میں کیسے تھے؟

ہمایوں جمشید صاحب: جنید بھائی پڑھائی میں بہت تیز تھے اور ہمیشہ کلاس میں ٹاپ 3 ٹاپ 5 ہوا کرتے تھے۔ اور مجھے یاد ہے جب جنید بھائی میٹرک میں آئے اور میں کلاس 9 میں تھا اور جنید بھائی اسکول کے ہیڈ بوائے بھی بنے۔ ٹیچرز کے بہت فیوریٹ تھے۔ ٹیچرز ان سے بہت لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کو بہت پیار کرتے تھے کیونکہ ان کی نیچر بہت نرم تھا۔ ہر کسی کی بات سننا۔ ہر کسی سے نرمی سے بات کرنی تو ٹیچرز بھی ان کو بہت پسند کرتے تھے۔ اسکول کے دنوں میں ہمارے اسکول میں جب اسمبلی ہوتی تھی تو روز تھوڑی سی قرآت اور ایک نعت پڑھی جاتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن جنید بھائی قرآت

کرتے تھے تو میں نعت پڑھتا تھا اور ایک دن میں قرأت کرتا تھا تو وہ نعت پڑھتے تھے۔ ہم دونوں لائن میں آگے کھڑے ہوا کرتے تھے۔

سوال: والدین نے آپ کی تربیت میں کن چیزوں کا خاص خیال رکھا؟

ہمایوں جمشید صاحب: ہمارے گھر کی اصل میں تربیت بھی کچھ اس طرح تھی کہ ہماری والدہ ہمیشہ ہمیں سکھایا کرتی تھیں کہ دیکھو بیٹا جو کچھ تمہارے والد کو تمہاری والدہ کو اور تمہیں اللہ تعالیٰ عطا کرتے ہیں اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔ تمھیں ہر وقت محنت کرتے رہنا ہے۔ دینے والی ذات اللہ کی ہوتی ہے۔ یہ ہماری بچپن سے تربیت کی ہوئی تھی۔ بڑوں کی عزت کرنا ہماری بچپن سے تربیت تھی۔ اگرچہ جنید بھائی مجھ سے صرف ایک سال بڑے تھا لیکن میں اُن کو جنید بھائی بولتا تھا۔ میری چھوٹی بہن جو مجھ سے تین سال چھوٹی ہے وہ مجھے ہمایوں بھائی بولتی ہے۔ یہ ہمارے گھر کی تربیت تھی۔

سوال: ایک بھائی کی حیثیت سے ان کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا رہا؟

ہمایوں جمشید صاحب: الحمدللہ جنید بھائی کے ساتھ میرا 50 سال کا ساتھ رہا۔ وہ میرا بھائی بھی تھا میرا دوست بھی تھا۔ وہ میرے والد کے بعد حالانکہ وہ مجھ سے ایک سال بڑا تھا کبھی کبھی میرا والد بھی بن جایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ جنید ایک کیئیرنگ بھائی تھا۔ وہ بچپن میں بھی ہمیشہ میرے لئے بہت پروٹیکٹیو تھا۔ شرارت میں نے کرنی مستی میں نے کرنی مار تو دونوں کو پڑتی تھی لیکن جنید سامنے کھڑا ہو کر ذمہ داری لے لیتا تھا۔ اس لئے کہ یہ اس کی نیچر میں تھا۔ بچپن سے ہی میں دیکھتا تھا اور جب جنید کو دین کی سمجھ آئی تو اس کے اندر اخلاق کی جو کوالٹیز تھی وہ الحمدللہ پالش ہو گئیں لیکن اس میں جو اخلاقی عنصر تھا وہ بچپن سے تھا۔

سوال: جنید بھائی کی دینی تبدیلی پر آپ کو شروع میں کیسا لگا؟

ہمایوں جمشید صاحب: جب جنید دین میں نیا نیا آرہا تھا تو میں اس ٹائم دبئی میں کام کیا کرتا تھا اور کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ بزرگوں سے ملاقات ہوتی تھی وہ مجھے بنیادی چیزیں سمجھایا کرتے تھے۔ دین کا دل پہ اثر تو بہت ہوتا تھا کیونکہ ہمارے گھر کا ماحول زیادہ دین دار نہیں تھا لیکن دین کے Basicsسارے پورے ہوتے تھے۔ نماز میرے والد اور میرے والدہ پڑھا کرتے تھے .میرے والد تو کبھی کبھی پڑھتے تھے لیکن میری والدہ جو ہے روزانہ پڑھتی تھیں۔

سوال: جنید جمشید کون بات اکثر کہتے تھے؟

ہمایوں جمشید صاحب: جنید کہتا تھا دیکھو یار چھوٹے بھائی! ہم اس دنیا میں آئے ہیں اپنی آخرت کو خوبصورت بنانے کے لئے تو اللہ کو راضی رکھو۔ اللہ کے بندوں کو راضی رکھو۔ ان کی مدد کرو۔ اچھے اخلاق اپناؤ اور اپنے معاملات پر غور کیا کرو۔ یہ ہمیشہ بولتا تھا۔

سوال: کاروبار میں دینی لحاظ سے کون سے اصول مد نظر رکھتے تھے؟

ہمایوں جمشید صاحب: کاروبار کے لحاظ سے جنید کا ہمیشہ اصول یہ تھا کہ نیت اپنی ہمیشہ صاف رکھو۔ میں تو کبھی کبھی حیران ہوتا تھا کہ یہ کاروبار کر بھی کیسے لیتا ہے کیونکہ اس کی نظر کبھی بھی مال بنانے پر نہیں ہوتی تھی بلکہ اس بات پر ہوتی تھی کہ اس طرح کام کروں کہ لوگوں کو اچھی کوالٹی اور لوگوں کو اچھی پروڈکٹ ملے۔ پھر اسی اخلاق میں اسی نیت پہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ترقی عطا فرمائی۔ وہ ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ جو تمہارا حق نہ دے تم اس کا حق دو۔ میں نے اس کے کاروباری معاملوں میں بھی کئی دفعہ یہ دیکھا کہ کئی دفعہ تو میں حیران بھی ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ جنید کیا کر رہے ہو تو کہتا تھا کہ چھوٹے بھائی تم رہنے دو اللہ دیکھ رہے ہیں میں نے ایسے معاملات بھی دیکھے۔

سوال: علماء کرام و تبلیغی حضرات، خصوصاً مولانا طارق جمیل سے ان کا خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا۔ اس حوالے سے کچھ بتائیں۔

ہمایوں جمشید صاحب: علماء کرام اور تبلیغی حضرات کے ساتھ اس کا بڑا تعلق تھا۔ خاص طور پہ مولانا طارق جمیل صاحب کے ساتھ اس کا ایک خاص تعلق تھا کیونکہ مولانا طارق جمیل صاحب نے شروع میں جنید کو بڑا گائیڈ کیا۔ رائیونڈ کے ساتھ تو اس کا بہت خاص تعلق تھا۔ خاص طور پر حاجی عبدالوہاب کے ساتھ بڑا خاص تعلق تھا وہ اس کو بٹھاتے تھے۔ اس سے نعتیں سنتے تھے۔ جنید کے انتقال پہ ہم نے 10 دن تو ان کو بتایا نہیں کہ جنید کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب ان کو پتا چلا تو وہ بہت پھوٹ پھوٹ کر روئے اور علماء کے ساتھ بڑا تعلق تھا۔ خالی تبلیغی جماعت کے علماء نہیں بلکہ پوری دنیا سے۔ اب جب مجھے فونز آتے ہیں تو مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء کے ساتھ رکھ رکھاؤ اُس کا ایک بڑا اور ایک خاص امر تھا۔ آسٹریلیا امریکا، ساؤتھ افریقہ، یوکے، بنگلہ دیش، انڈیا ہر جگہ علماء کہ ساتھ اس کا ایک بڑا خاص تعلق تھا۔

سوال: درس قرآن ڈاٹ کام سے جنید جمشید کا خاص تعلق تھا۔ کیا آپ اس تعلق کو ویسے ہی قائم رکھیں گے؟

ہمایوں جمشید صاحب: درس قرآن ڈاٹ کام کے ساتھ جنید کا ایک تعلق تھا اور میں نے بہت سے کلپس درس قرآن ڈاٹ

کام کے پلیٹ فارم پر دیکھے۔ اس سے میرا دو تین دفعہ درس قرآن ڈاٹ کام کے بارے میں ذکر بھی ہوا اور انشاءاللہ میری یہ نیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالے اور میرا ہاتھ تھام لے کہ درس قرآن ڈاٹ کام کے ساتھ چلنے کا ارادہ ہے۔ درس قرآن ڈاٹ کام ایک بہت بڑا دعوت و تبلیغ کا کام کر رہا ہے۔ خاموشی سے دین کا میسج اور دین کی تعلیم لوگوں تک پہنچا رہا ہے تو انشاءاللہ میرا پورا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے اور درس قرآن ڈاٹ کام سے جڑنے کا ان سے سیکھنے کا موقع عطا فرمائے۔

سوال: امت مسلمہ، مسلم دنیا کے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں جنید جمشید کیا سوچتے تھے؟

ہمایوں جمشید صاحب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا باقی علماء کے ساتھ جوڑ بننا شروع ہوا تو یہ وہ وقت تھا کہ جنید کو اس بات کا احساس ہوا کہ ہمیں امت کے جوڑ کی طرف کام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ تب ہی اس نے دیگر فقہ کے علماء کے ساتھ یہاں تک کہ اہل تشیع علماء کے ساتھ بھی اس کا بڑا تعلق بننا شروع ہوا۔

سوال: جنید جمشید پاکستان کے متعلق کیا فکر اور جذبہ رکھتے تھے؟ پاکستان سے جنید جمشید کی محبت اور لگاؤ کا کوئی خاص واقعہ بھی بتائیں۔

ہمایوں جمشید صاحب: پاکستان کے لئے ہمارے پورے گھر میں ایک Patriotic (وطن سے محبت والا) ماحول تھا۔ ہمارے والد صاحب بھی آرمڈ فورسز میں تھے اور ہماری والدہ بہت حد تک حب الوطنی کی باتیں کرتی تھیں۔ دل دل پاکستان جب اس نے میوزک چھوڑ دیا تو ہمارے گھر میں میوزک کے ساتھ کبھی نہیں بجتا تھا لیکن بغیر موزک کے دل دل پاکستان ہمارے گھر میں موجود رہا۔ ہمارے گھر میں ایک چوکیدار ہے اس کو بھی دل دل پاکستان کا پتا ہے کہ بغیر میوزک کے پڑھا جاتا ہے۔ ہماری ایک اور فکر تھی کہ ایک اسلامک ری پبلک پاکستان ہمارے دین کا حصہ ہے۔ ایمان کے ستر درجات میں سے ایک درجہ ہے اور ہمیشہ یہ فکر رہی کہ اسلامی ریپبلکن پاکستان جو ہے یہ کس طرح سے ایک فلاحی مملکت مدینہ کہ طرز پر بن سکتی ہے۔ جنید اور میں ہمیشہ اس پر بات کیا کرتے تھے اور یہ فکر بھی تھی اور جذبہ بھی تھا کہ کچھ اس ملک کے لئے کیا جائے۔ خاص طور پر جنید اس جذبہ سے بہت سرشار تھا اور پھر ہم جب ساتھ میں بیٹھتے تھے تو ہم اس پر بات کرتے تھے۔ ملک کے مسائل کا ذکر کرتے تھے اور پھر اپنی Capacity میں تھوڑا بہت جو ہم کر سکتے تھے وہ کرتے تھے۔ اس کو زیادہ اجاگر اس لئے نہیں کرتے تھے۔

چند نعتیں کچھ باتیں، جنید جمشید کے ساتھ

درسِ قرآن ڈاٹ کام کے ساتھ گزاری گئی ایک حسین شام

" معاشرے اور سنت کی جنگ ازل سے چل رہی ہے میرے دوستو! یہ آج کا قصہ نہیں ہے۔ قیامت تک ایسے لوگ آئیں گے جو ہماری رہنمائی کریں گے۔ یہ اللہ کا احسان ہے اس امت پر۔ جو ہمیں بتائیں گے نبی کی زندگی کون سی ہے۔ دل میں تم چاہتے ہو بہاریں آئیں اس کے لیے کس راستے پر چلنا پڑے گا۔ یہ وہ لوگ ہمیں بتائیں گے۔ بس کرنا کیا ہے ان کا ہاتھ پکڑنا ہے۔ ان کو سچا سمجھنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں میں نے اپنی زندگی پر سب سے بڑا احسان یہ کیا... باوجود اس کے کہ میں گانے والی زندگی میں تھا... میرا دل اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ یہ جو تبلیغ والے ہیں یہ صحیح لوگ ہیں۔ سچے لوگ ہیں۔ مجھے آج تک یاد ہے سولہ سترہ ہزار کا مجمع میرے سامنے ہوتا تھا اور مولانا طارق جمیل باہر گاڑی میں میرا انتظار کر رہے ہوتے تھے۔ جب پروگرام ختم ہوتا تھا۔ اوپر جاتا تھا۔ شلوار قمیص پہنتا تھا۔ نہاتا دھوتا تھا اور چھپ چھپا کر ان

حضرات کی گاڑی میں بیٹھ جاتا تھا۔

دعوت کی بات تو اتنی سیدھی سادی ہے۔ اللہ کریں گے۔ سب کچھ اللہ کریں گے۔ یہ سمجھ تو آتی ہے بات لیکن دل نہیں مانتا۔ جب میں نے رائیونڈ میں پہلی بار یہ سبق سنا تو میں نے فوراً کہا نہیں! میں یہ کس جگہ آگیا! محنت سے مال نہیں ملتا۔ مال سے چیزیں نہیں ملتی۔ چیزوں سے راحت نہیں ملتی۔ راحت اللہ کے حکموں میں ہے۔ یہ پہلا سبق جو رائیونڈ میں، میں نے سنا اور سنتے ہی دماغ نے انکار کر دیا۔ محنت سے مال نہیں ملتا تو مال کہاں سے آتا ہے اور مال نہیں ہو گا تو چیزیں کہاں سے آئیں گی؟ میں نے ایک دوست کو دیکھا۔ ذرا سی

اونچی آواز میں ذکر کر رہا تھا۔ "دنیا دھوکے کا گھر ہے مچھر کا گھر ہے!" میں نے کہا کیا بول رہا ہے تُو۔ کہتا ہے۔ "میں بول رہا ہوں دنیا دھوکے کا گھر ہے مچھر کا گھر ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ کیسا ذکر ہے۔" کہنے لگا۔ " ارے یہی تو سب سے اہم بات ہے۔" میں یہ روزانہ تین سو دفعہ پڑھتا ہوں۔ (مسکراتے ہوئے) اور دل کہتا ہے نہیں۔ ہاں مان بھی جاتا ہے کبھی ۔۔ پھر کہتا ہے ۔۔ "لیکن!!!" اس لیکن کا کیا مطلب ہے کہ پچھلی ساری باتیں فضول تھیں اب جو میں بات کرنے لگا ہوں وہ اصل بات ہے۔ یہ "لیکن" اللہ سے پہلے لگالیں اللہ سے بعد میں نہ لگائیں۔

اللہ کی ساری باتیں سچی ہیں۔ ہمارے یقین کمزور ہیں۔ جب یقین قوی ہو جاتا ہے تو اللہ کی قسم جو دعا مانگو قبول ہو گی۔ رب خود کہ رہا ہے میں تو تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔وھو معکم این ما کنتم۔ کتنا حوصلہ ہوتا ہے یہ سن کر۔ گھبراؤ نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں تم جہاں بھی ہو۔

یہی بات موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے کہی تھی۔ یہی بات حضور ﷺ نے ابو بکر سے کہی تھی کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب مجھے کیسے یقین آئے اس بات کا؟ اس کی محنت ہے دعوت! دعوت اللہ سے لینا ہے۔ سیاست لوگوں سے لینا ہے۔

سب سے قیمتی رشتہ اس معاشرے میں میاں بیوی کا ہے۔ اس ملک میں unemployment کا نعرہ کیوں نہیں لگتا۔ رزق کی تنگی کا خوف شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ کھائے گا کہاں سے؟ جب وہ انسان کو فقر کے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے تو اس کے بعد شیطان کے لیے انسان سے ہر قسم کی بے حیائی کرانا آسان ہو جاتا ہے۔ باہر ملک میں میاں بیوی

کا تعلق یہ ہے کہ تُو بھی کام کر رہی ہے میں بھی کام کر رہا ہوں۔ اگر تم نے نوکری چھوڑی تو گھر بھی چھوڑ دینا۔ رشتہ کی بنیاد پیسہ ہے۔ یہاں ہم کیوں بچے ہوئے ہیں؟ کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ مضبوط ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے والدین زندہ ہیں۔ باپ اور بیٹے کے بیچ رشتہ انتہائی نازک ہوتا ہے۔ اس لیے جس بیٹے نے اپنے باپ کو راضی رکھا تو جو دعا باپ کے دل سے نکلتی ہے اس کے اور اللہ کے بیچ کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ آج اس کو کہ رہے ہو۔ ارے ڈیڈی آپ کو کیا پتہ! اف! ایک مرتبہ اس کو غور سے دیکھو۔ آج اگر یہ نہ ہوتا تو تُو بھی نہ ہوتا۔

ہمارے اوپر چار رشتے فوراً متوجہ رہتے ہیں۔ باپ، استاد، سسر اور باپ کے دوست۔ ان کی دعا وہی طاقت رکھتی ہے جو باپ کی دعا طاقت رکھتی ہے۔ کیا عجیب دین ہے۔ باپ کے دوستوں کا بھی خیال رکھنے کا کہا گیا ہے۔ والد کے دوست اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ بیٹا میری اتنی ہی عزت کرے جتنا اس کا باپ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا۔

آپ یقین کرو آپ باہر جانے کی تمنا کرتے ہو۔ وہاں یہ حال ہے کہ آپ کے سامنے بیٹھ کر کوئی کھا رہا ہو گا اور آپ کو پوچھے گا بھی نہیں۔ وہ سوسائٹی دوسری بنیادوں پر زندہ ہے۔ وہاں عدل ہوتا ہے۔ بدمعاملگی نہیں ہوتی۔ وہاں تاجر دھوکہ نہیں دیتا۔ وہ اس بات کو ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ ہماری وجہ سے کسی اور کا نقصان ہو جائے۔ اس لیے جب وہاں کوئی چیز خریدنے جائیں گے تو وہاں بڑا بڑا لکھا ہوتا ہے refund۔

اسی لیے وہ وہاں سیل لگاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے میں اور میرا دوست کاروبار کرنے لگے تو ہم مفتی تقی عثمانی صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا۔ تین کام کرو۔ ایک یہ لکھ لو کہ کس کس بنیاد پر یہ کاروبار ختم ہو گا۔ دوسرا اس بات کا عزم کرو کہ ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دو گے۔ اس بات کی بیت کرو کہ اس کاروبار سے ہم نے مسلمانوں کو نفع پہنچانا ہے۔ یہ بات تو ہم نے سوچی ہی نہیں تھی۔ فرمایا کہ اگر یہ تین کام کر لیے تو تمھارا تیسرا پاٹنر اللہ ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم۔ اگر اللہ کاروبار میں ساتھ دے رہے ہوتں گے تو مزہ آجاتا ہے۔ اگر خود کرنا پڑے تو چھٹیئ کا دودھ یاد آجاتا ہے۔ ایک دفعہ کیا ہوا نیا نیا کام تھا۔ شلوار قمیص کا نمونہ کاٹا تو غلط کاٹ دیا۔ تو ہمارے ساتھ ایک ساتھی آئے تو بنگلہ دیش سے تھے۔ کہنے لگے ہمیں بنگلہ دیش کے لیے کپڑے چاہئیں۔ تو وہ ایک ہزار سوٹ منافع کے ساتھ بک گئے اور ہم پورے رمضان مکھیاں مارتے رہے کہ کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں! اللہ فرماتے ہیں جو میرے سے ڈرے گا تو اللہ اسے چار انعام دیں گے۔ ہر مشکل سے نکال لوں گا۔ رزق وہاں سے دوں گا جہاں سے تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو اللہ آپ کا بیٹھنا قبول کرے۔ اللہ میرے بھائی شفیق بھائی اور ان کے ساتھیوں کو بہت بہت دعائے خیر دے۔ بات میری ختم۔ بس ایک چھوٹی سی بات عرض کر رہا ہوں۔ اپنی گھر والی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ دیکھو آپ کسی کی بیٹی کو ہیشہ کے لیے لے کر آتے ہو۔ میں کسی اور کے گھر جا کر رہوں میں خود تنگ آجاؤں گا۔ اب لڑکی سب چھوڑ کر تمھارے گھر آجاتی ہے۔ بد قسمتی سے شوہر اسے پہلی بات کیا کہتا ہے۔ دیکھو میری فکر نہ کرنا بس میرے ماں باپ کا خیال رکھنا۔ کیوں؟ کیا تم اس کے ماں باپ کا خیال رکھنے کے لیے تیار ہو۔ بھئی تم کسی نوکرانی کو لائے ہو کیا؟ اتنی محبت دو اس کو کہ تمھاری محبت میں وہ ڈوب کر وہ کہے کہ شوہر کو خوش رکھنا ہے تو اس کے ماں باپ کا خیال رکھوں گی۔ یہ ساس اور بہو کا رشتہ ایسا ہے کہ ازل سے ابد تک ہے جیسے شیشے کے دو برتنوں کا ملنا کہ شور ضرور ہو گا۔ مولانا طارق جمیل فرمانے لگے کہ جب بیٹے کی شادی کرنے لگے تو ایک سال تک اپنی بیوی کی ٹرینگ کی۔ کہ جیسے تمھاری بیٹی دوسرے گھر گئی ہے اسی طرح کسی اور کی بیٹی تمھارے گھر

آئے گی۔ مولانا سعید احمد خان صاحب کی بات مجھے کسی نے بتائی کہ کسی کے گھر کھانا کھاتے تھے تو کہتے تھے اب جاؤ گھر والی کا شکریہ ادا کر کے آؤ کہ کھانا اس نے پکایا ہے۔ ایک گھر میں جب گئے اور اس طرح کہا تو گھر والی پردے میں آکر کہنے لگی۔ حضرت آج آپ سے پہلی دفعہ کھانے کی تعریف سنی ہے۔ تیس سال ہو گئے شادی کو اس بندے نے آج تک میرے کھانے کی تعریف نہیں کی۔ ایک آدمی آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا تو سنا اندر سے ام کلثوم جھگڑ رہی ہیں امیر المومنین سے۔ تھوڑی دیر بعد امیر المومنین باہر آئے اور پوچھا کہ کیا ہوا۔ تو اس نے کہا حضرت آپ کو بھی بیوی بھی آپ سے جھگڑتی ہے؟ تو حضرت عمر کہنے لگے کہ کیا ہو گیا۔ دیکھو میرے گھر کا خیال رکھتی ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ نے اولاد دی۔ جب اولاد ہو رہی تھی تو اس کا سارا جسم خراب ہو گیا۔ میرے گھر کا خیال رکھتی ہے۔ میرے کپڑے دھوتی ہے۔ اگر میں نے اس کی تھوڑی سی بات سن لی تو کیا ہو گیا۔ تو دوستو! میں تمھیں ایک چھوٹی سی بات بتاؤں۔ جب میری شادی ہوئی ناں تو میرے ماموں سسر نے کہا۔ میں تمھیں خوبصورت زندگی کا فارمولہ بتاؤں۔ جب لڑائی ہو تو فوراً منا لینا۔ کیونکہ اس نے رہنا تو ساتھ ہی ہے۔ اگر یہ منہ بسور کر رہے گی تو اپنی پرابلم ہے۔ ٹینشن ہے۔ غلطی اس کی ہو گی تو بھی نہیں مانے گی۔ (مسکراتے ہوئے) گھر والی کے ساتھ اچھا سلوک۔ یہ ہے طریقہ خوبصورت زندگی گزارنے کا۔ ہم نے ساری دنیا کو بتانا ہے کہ گھر کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ باہر جاؤ۔ بہت بے وفائیاں کرتے ہیں ایک دوسرے سے۔ شوہر بیوی کا نہیں۔ بیوی شوہر کی نہیں۔ گھر کی زندگی ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں آپ لوگوں کو false sense of security دیتے ہیں۔ جھوٹی باتیں ہیں آپ کی۔ سچائی کی زندگی ہمارے پاس ہے۔ ہم نے اس کو پریکٹس کرنا ہے۔ یہ ہم نے سارے عالم کو بتانا ہے۔ اللہ آپ لوگوں کو جزائے خیر دے۔ اللہ آپ سب کا بیٹھنا قبول کرے۔

جنید جمشید شہید کی پاکستان سے محبت

ٹورنٹو میں نوجوانوں سے خطاب

"سنو بھائی! پاکستان کے بارے میں جتنی بھی بات ہے ناں وہ میں کہوں گا صرف! اور کسی کو اجازت نہیں کیونکہ اگر میرے سے تعلق رکھنا ہے تو خبردار میرے سامنے پاکستان کی برائی نہ کرنا۔ میں چھوڑوں گا نہیں! ہاں! ٹھیک ہے ناں! نہ پاکستا میں نہ پاکستانیوں کے بارے میں۔ ہم جیسے بھی ہیں سو ہیں۔ لوگ اکثر کہتے ہیں پاکستان یہ پاکستان وہ، خاص طور پر بدقسمتی سے پاکستان سے باہر رہنے والوں کو تو بہت شوق ہے پاکستان کو ڈسکس کرنے کا۔ اور یہ ڈسکشن کیسے شروع ہوتا ہے۔ ایسے کہ پاکستان کے بارے میں جنید صاحب کچھ بتائیں۔ اور میں کہتا ہوں یا اللہ! اب میں اس کو کیا بولوں۔ میں کہتا ہوں بھائی پاکستان کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہوں۔ جو پاکستان سے باہر رہتا ہے ناں وہ پاکستان کے بارے میں پاکستانیوں سے زیادہ جانتا ہے۔ مجھے ایک آدمی کہتا ہے کہ جی کراچی میں یہ ہو رہا ہے! میں نے کہا ہیں! اچھا!! نہیں یار! ابھی تو آرہا ہوں میں۔ اوہ جی آپ کو کیا پتہ یہ ہو رہا ہے ابھی ادھر۔ میں نے کہا اچھا یار! ہو رہا ہو گا۔ کیا آپ کو پتہ ہے پوری دنیا میں سب سے زیادہ اذان پاکستان میں دی جاتی ہے۔ پتہ ہے آپ کو یہ بات!

پوری دنیا میں سب سے زیادہ نمازی پاکستان میں ہیں۔ سب سے زیادہ دین کے علماء پاکستان میں ہیں۔ ساری امت مسلمہ جتنی زکوٰۃ دیتی ہے وہ ایک طرف، وہ ففٹی پرسنٹ دیتی ہے ففٹی پرسنٹ پاکستانی دیتے ہیں۔ یو این کی رپورٹ ہے دنیا میں سب سے زیادہ چیرٹی امریکی کرتے ہیں پھر اس کے بعد پاکستانی کرتے ہیں۔

یو این کی رپورٹ بتا رہا ہوں میں آپ کو۔ یہ ہم کام کرتے ہیں ناں تو ہمیں پتہ ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ یقین کرو رمضان کے مہینے میں پندرہ دفعہ میں مانگنے جاتا ہوں پندرہ دفعہ لوگ دیتے ہیں۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ جی آپ تو کل بھی کہہ رہے تھے آج پھر آ گئے۔ نہیں۔ اسی طرح دل کھول کے دیتے ہیں۔ ہاں! ایک وقت میں قرآن کے سب سے زیادہ حفاظ پوری دنیا میں پاکستان کے اندر ہیں۔ ہاں! سب سے زیادہ روزے رکھنے والے یہاں پر۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ حجاج کس ملک کے ہیں۔ پاکستان کے۔ کچھ عرصہ پہلے انڈونیشیا کے تھے اب پاکستان کے ہیں۔ ساری دنیا میں اللہ کے راستے میں جو لوگ نکلتے ہیں کس ملک سے نکلتے ہیں؟ سب سے زیادہ جانیں اللہ کے راستے میں کون سے ملک کے رہنے والے دیتے ہیں؟ پاکستان کے! دیکھیں! یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے یہ ملک۔ اور امت مسلمہ کی بقا ہے یہ ملک۔ پوری امت مسلمہ کی بقا اگر کوئی ملک ہے تو وہ کون سا ملک ہے؟ پاکستان! ہمیں تھوڑا ٹھیک ہی ہونے کی ضرورت ہے ناں! تو انشاء اللہ ہو جائیں گے۔"

(ٹورنٹو میں نوجوانوں سے خطاب)

جنید جمشید سے متعلق قاری سعد نعمانی کی یادیں

"میں محمد سعد نعمانی فرانس سے آپ سے مخاطب ہوں۔ ۷ دسمبر 2016 کو جو سانحہ پیش آیا اس سے دل اب تک غمزدہ ہے۔ یقین نہیں آرہا کہ ہم سے ایک اچھا انسان اور ایک بہت ہی اچھا دوست بچھڑ گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون! اس حادثے میں شہید ہونے والے تمام لوگوں کی اللہ پاک مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ پوری قوم غم اور دکھ کی اس گھڑی میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا کرتے ہیں اور ان کے ورثاء سے تعزیت کرتے ہیں۔ جنید جمشید سے میرا تعلق دوستانہ ہی نہیں بلکہ برادرانہ تھا۔ وہ میرے بھائیوں کی طرح تھے۔ سفر اور حضر میں بارہا ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ غیر ملکی اسفار میں بھی ہم ایک ساتھ رہے۔ مختلف محافل اور مجالس میں بھی شریک رہے۔ ان کو قریب سے دیکھنے کا کئی مرتبہ موقع ملا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے ان کو بہت ہی اچھا دوست اور نہایت ہی اچھا انسان پایا۔ وہ جتنے خوبصورت باہر سے تھے اس سے کئی گنا خوبصورت وہ اندر سے تھے۔ وہ بے تکلف اور سادگی پسند انسان تھے۔ بناوٹ اور تکلف سے دور تھے۔ کوئی بھی بات ہوتی تھی اس کو دل میں نہ رکھتے بلکہ آپس کے تعلقات کو بہت اہمیت دینے والے تھے۔ ان کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ بھائی جنید جمشید صبر کرنے والے انسان تھے۔ کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ موسیقی کی دنیا کو

خیر باد کہنے کے بعد بہت مشکل حالات کا سامنا کیا انہوں نے لیکن صبر کیا اور کسی سے اظہار نہیں کیا۔ وہ بلند اخلاق اور عادات کے مالک تھے۔ شہرت اور عزت حاصل کرنے کے باوجود بڑائی اور تکبر سے کوسوں دور تھے۔ میرے ان کے ساتھ بے شمار اسفار رہے اور میں نے ان کو خوشدلی کے ساتھ معاملہ کرنے والا پایا۔ کبھی کبھی فون کر کے کہہ دیا کرتے تھے کہ بھائی سعد! آج فیملی کے ساتھ کھانا آپ کے گھر ہو گا اور مجھے اس تعلق پر بہت خوشی محسوس ہوتی۔ صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر شخص کے ساتھ ان کا تعلق ایسا ہی تھا۔ ہر آدمی یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے ہیں اور یہ بڑے انسان کی نشانی ہوتی ہے۔ مجھے قرآن کریم کی تعلیم اور ترویج کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک دوروں پر جانے کا اتفاق رہتا ہے۔ ایک پروگرام میں جنید جمشید صاحب بھی تھے۔ ان کی تواضع، عاجزی، انکساری اور صاف گوئی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ دوران محفل بے تکلفی کے ساتھ میرے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیا کرتے تھے جو عموماً دوست ایک دوسرے کے ساتھ کرتے۔ موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہنے کے بعد انہوں نے عشق مصطفیٰ ﷺ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت کا جذبہ ان کی زندگی میں شامل تھا۔ جب نعت پڑھتے تو دل ان کی طرف کھنچتا چلا جاتا۔ الحمدللہ ہم دونوں کو کئی پروگرامز میں ایک ساتھ نعتِ رسول پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ جنید جمشید کا ایک وصف جو آج مسلمانوں کے لیے باعثِ تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ امت مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت کے لیے کوشاں رہے۔ آپ کے خیال میں امت کی پریشانیوں کی بڑی وجہ آپس کے اختلافات ہیں۔ میں نے ہمیشہ ان سے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کی بات سنی۔ وہ ہمیشہ اس بارے میں فکر مند رہا کرتے تھے۔ جنید جمشید رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک پوشیدہ پہلو انسانیت کے دکھ درد کو محسوس کرنا تھا۔ اکثر اس بات کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے حوالے سے کئی پراجیکٹس پر کام بھی کر رہے تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ ہم انسانیت کے فلاح و بہبود کے لیے جتنا ہو سکے اپنا حصہ ڈالیں۔ مختلف پراجیکٹس ہیں ان کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ سب ان سے بخوبی واقف ہیں۔ غرض یہ کہ جنید بھائی کی زندگی کا ہر پہلو بے مثال تھا۔ وہ بہت اچھے انسان تھے... بہت ہی اچھے انسان! ایک اچھے دوست، خیر خواہ اور دکھ درد میں شریک ہونے والے انسان تھے۔ میں ان کی کمی ہمیشہ محسوس کرتا رہوں گا۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی کامل مغفرت فرمائیں۔ آمین!

کہاں گئے؟

اثرؔ جونپوری

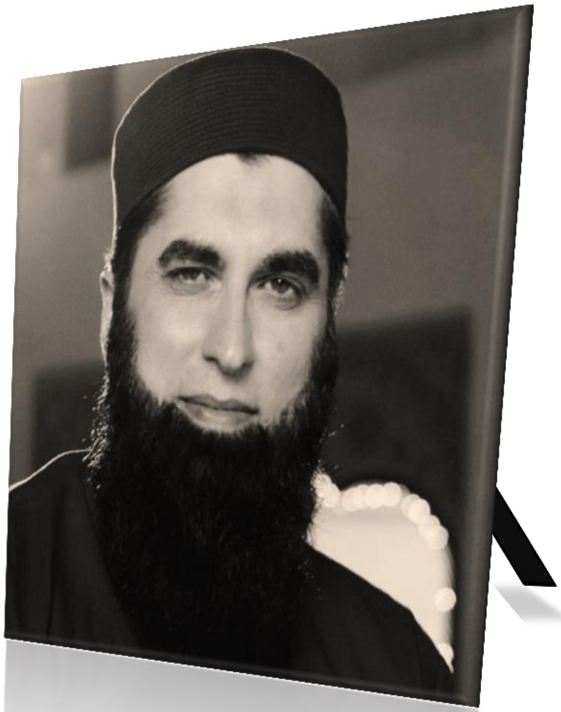

اہلِ ھویٰ تھے جن سے ہراساں کہاں گئے
رشکِ جبال صاحبِ ایماں کہاں گئے

مردے بھی زندہ ہو گئے جن کی صداؤں سے
وہ اہلِ سوز و ساز حُدی خواں کہاں گئے

تاریکیوں سے جنگ رہا جن کا مشغلہ
تھے جو زمیں پہ مہر بداماں کہاں گئے

دنیا بغیر ان کے بیاباں سے کم نہیں
جانِ چمن وہ رشکِ گلستاں کہاں گئے

دو ٹانگوں والے جانوروں کی کمی نہیں
انسانیت پسند وہ انساں کہاں گئے

تھی روح جن کی نفس پہ غالب وہ شہسوار
تھی شیطنت بھی جن سے پریشاں کہاں گئے

جرات کے وہ جبال، عزیمت پسند لوگ
مشکل جنھوں نے کر دیا آساں کہاں گئے

ہیں دعوے دارِ مذہبِ اسلام بے شمار
لیکن سوال یہ ہے مسلماں کہاں گئے

عقبیٰ ہی جن کی منزلِ مقصود تھی اثرؔ
دنیا میں تھے جو صورتِ مہماں کہاں گئے

اونچی اڑان

مولانا محمد اسماعیل ریحان

اس کی شخصیت میں کچھ عجیب بات تھی۔ گورا رنگ، خوش شکل، دراز قد، مردانہ وجاہت نمونہ۔ ان سب سے بڑھ کر انتہائی خوش اخلاق اور ملنسار۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خوش حال گھرانے کا یہ نوجوان اپنی صلاحیتوں سے خود بھی اچھی طرح آشنا تھا۔ گھر کی طرف سے مکمل اور خاندان کی اسے ہر طرح کا تعاون میسر تھا۔ وہ اگر تعلیم کے میدان میں آگے بڑھتا تو اعلیٰ پائے کا سائنسدان، انجینئر، ڈاکٹر کچھ بھی بن سکتا تھا۔ فوج یا سول سروسز میں کوئی اعلیٰ منصب حاصل کرنا بھی اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ مگر اسے شوق تھا عام لوگوں کے دلوں میں زندہ رہنے کا۔ وہ زندگی کو اس کے تمام مزوں کے ساتھ جیتے ہوئے اونچی اڑان اڑانا چاہتا تھا۔ شاید اسی لیے اس کا رجحان گلوکاری کی طرف ہوگیا۔ یہی رجحان اداکاری کی طرف بھی ہو سکتا تھا۔ ایسا ہوتا تو اس کی وجاہت اور اس کے اسٹائل کے سامنے بڑے بڑے بُت گر جاتے۔ مگر شاید طبعی شرافت آڑے آگئی۔ بہر کیف وہ آیا شوبز ہی کی دنیا میں۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی آواز جادو جگا سکتی ہے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جب اس کے گانے نشر ہوئے تو پاکستانیوں کو فخر ہونے لگا کہ ایسا ہیرا ابھی ان کے دامن میں ہے۔ لوگوں نے اسے ایک گلوکار کے طور پر اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنالیا۔ اس میدان میں اسے پاکستان کی پہچان سمجھا جانے لگا۔ وہ بین الاقوامی طور پر مشہور ہوگیا۔ اشتہاراتی کمپنیاں اس کے پیچھے دوڑنے لگیں ۔ وہ پرواز کرتے کرتے وہاں پہنچ چکا تھا کہ دنیا اسے بہت نیچے نظر آرہی تھی۔

وہ سمجھتا تھا کہ یہی اس کی پرواز کی یہی منزل ہوگی۔ یہاں پہنچ کر اسے قلبی اطمینان مل جائے گا۔ وہ چین اور سکون کی زندگی بسر کرنے لگے گا۔ مگر نہیں، اسے لگا کہ وہ بہت اونچی پرواز کرکے بھی کہیں تک نہیں پہنچ سکا۔ کوئی ایسا نشیمن دور دور تک نہیں جہاں اسے چند گھڑیوں کا حقیقی سکون مل سکے۔

وہ شوبز کی دنیا میں فعال تھا۔ ہر طرف سے اسے پذیرائی مل رہی تھی مگر تنہائی کے لمحات میں وہ عجیب ادھیڑ بن کا شکار تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ ایک شاہین، کرگس کے جہاں میں

پرواز کی کوشش کر رہا ہے۔

پھر اسے ایک دن ایک دوسرے جہان کی جھلک نظر آ گئی۔ شروع میں وہ اس سے یکدم مانوس نہ ہو سکا۔ جیسے اندھیرے کے عادی کی نگاہیں یکدم روشنی میں خیرہ ہو جاتی ہیں، اس کی ابتدائی کیفیت بھی ایسی ہی تھی، مگر سچائی کی تلاش میں اس کا جذبہ صادق تھا۔ بہت جلد اسے سمجھ آ گیا کہ وہ غلط دنیا میں پرواز کر رہا ہے، ایسی پرواز جو جتنی بھی بلند ہو، اس کی منزل کوئی نہیں۔

اس نے خود کو نئی اور حقیقی دنیا سے مانوس کرنے کی کوشش شروع کر دی، اگرچہ اسے اس میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر تبلیغی جماعت سے اس کا تعلق بڑھتا گیا۔ مبلغِ اسلام مولانا طارق جمیل صاحب نے اس کی تربیت پر غیر معمولی توجہ دی۔ ان کی شفقتوں نے اسے حوصلہ دیا۔ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ چار ماہ کے لیے نکل گیا۔ پھر ایک دن اس نے بالاکوٹ سے مولانا طارق جمیل صاحب کو فون کر کے کہا: اس وقت میں ایک مسجد میں چٹائی پر لیٹا

ہوا ہوں۔ جس سکون کی مجھے تلاش تھی، وہ مجھے یہاں مل گیا ہے۔“

اس سکون کو برقرار رکھنے کے لیے اسے اپنا جہان تبدیل کرنا تھا، وہ جہان جو اس کا واحد ذریعۂ روزگار تھا جہاں سے ابھی وہ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہا تھا اور مزید کئی گنا سمیٹ سکتا تھا۔ اتنا کما سکتا تھا جو سات پشتوں کو کافی ہو۔ اسے معلوم تھا کہ یہ لائن چھوڑتے ہی اس کی آمدن صفر پر آ جائے گی کیونکہ وہ یہی ایک کام جانتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس دنیا کو ترک کرنے پر کتنی ہی کمپنیوں کے ہاتھ اس کے گریبان پر ہوں گے جن سے وہ کنٹریکٹ پر دستخط کر چکا ہے۔

یہ سب مشکلات اپنی جگہ مگر ناموری اور مقبولیت پر لات مارنا ان تمام مشکلات سے بڑھ کر تھا۔ فن کے عروج پر پہنچ کر اسے چھوڑ دینا، آزمائش کی سخت ترین شکل تھی۔ ایک فن کار کے لیے شہرت کے آسمان پر پہنچ کر خود کو نیچے گرا دینا، جان کی قربانی دینے سے بھی زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ مگر اس کے لیے کی جانے والی اہل اللہ کی دعائیں مقبول ہو چکی تھیں۔ اللہ کی توفیق سے اس نے یہ سب کر دکھایا۔ ۲۰۰۴ء میں جب اس نے گلوکاری یکسر ترک کر دی تو ایک دنیا ششدر رہ گئی۔ اس کے لاکھوں مداح سکتے کے عالم میں آ گئے۔ ہر کوئی سمجھتا تھا کہ وہ جیتے جی مر گیا۔ مٹی میں مل

گیا۔اس کا قصہ ختم ہوا۔۔۔مگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے: جو اللہ کے لیے خود کو گراتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔(مشکوٰۃ) مگر ایک سال بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ جنید جمشید ایک نئے جہان میں کہیں اونچی پرواز کرتا دکھائی دیا۔اس کے پہلے نعتیہ البم " جلوۂ جاناں "ہی نے ہر طرف ہل چل مچا دی۔ الیکٹرونک میڈیا والے اس سے چندمنٹ لینے کے لیے اس کے پیچھے بھاگنے لگے۔اس کے مداحوں کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی۔پہلے وہ ماڈرن طبقے کے نوجوانوں کا محبوب تھا۔اب علماء، طلبہ، مشائخ، بچے، بوڑھے جوان سبھی اس کی آواز سن کر اشک بار ہونے لگے تھے۔پہلے لوگ اسے اسکرین پر ہی دیکھتے تھے۔اسٹیج پر اس کی پرفارمنس کا حقیقی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے خاص لوگ ہی ہوتے تھے جو مہنگا ٹکٹ لے سکتے تھے۔مگر اب اس کی پرفارمنس گلی گلی، کوچہ کوچہ تھی، بغیر ٹکٹ اور بالکل لائیو۔ہر کوئی اس کے پاس بیٹھ سکتا تھا۔اسے گلے لگا سکتا تھا۔اس سے باتیں کر سکتا تھا۔اس کے اسفار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئے۔اس کی پرواز شہروں دیہاتوں سے لے کر دنیا کے مختلف ملکوں تک پھیل گئی تھی۔ وہ ایسی بستیوں، ایسے گلی کوچوں، ایسے جنگلوں ، صحراؤں، پہاڑوں، سمندروں اور ساحلوں، اوران بین الاقوامی شہروں ، ہوٹلوں اور عظیم الشان اداروں تک گیا جہاں جانے کا بہت کم لوگ تصور کر سکتے ہیں۔اس کی آواز اب بھی ویسی ہی توانا تھی مگر پہلے وہ دلوں کو خراشتا تھا۔اب مرہم رکھ رہا تھا۔پہلے وہ ایک بے منزل دنیا تک لے جاتا تھا۔اب وہ دونوں جہاں میں کامیابی کے گُر بتا رہا تھا۔ دلوں کو یادِ الٰہی سے آباد اور عشقِ محمدی سے سرشار کر رہا تھا۔وہ خود بھی اونچی اڑان رہا تھا اور دوسروں کو بھی ملأ اعلیٰ کی طرف لے جا رہا تھا۔

پھر بدھ ۷ دسمبر ۲۰۱۶ء کی شام چترال سے پرواز کرنے والے پی آئی اے کے طیارے نے اسے اسلام آباد کی جگہ اس آخری منزل تک پہنچا دیا جس کی وہ گزشتہ بارہ سال سے تیاری کر رہا تھا۔ دیگر مسافروں کی طرح اس کا جسد خاکی بھی حویلیاں کے پہاڑوں اور کھائیوں میں اس طرح بکھرا کہ اس کی شناخت اوراورڈی این اے کے ذریعے توثیق میں کئی دن

لگ گئے۔ آخر نعش کراچی لائی گئی۔ جمعرات ۱۵ دسمبر کو عوام وخواص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس کی نمازِ جنازہ کے لیے موجود تھا۔ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی ،اس موقع پر لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ آنسوؤں اور آہوں میں اس شاہین کو دارالعلوم کراچی کے اس قبرستان میں دفن کر دیا گیا جہاں ہر ہر چپے پر اپنے وقت کے جید علماء، مشائخ اور دین کے خادم دفن ہیں اور جس کی بڑے بڑے لوگ صرف آرزو کر سکتے ہیں۔

جنید جمشید کی اڑان واقعی بہت اونچی رہی۔ اس کی زندگی میں کئی چیزیں قابلِ رشک تھیں، اس کی وہ آواز جو دل کی گہرائیوں میں اتر کر خفتہ ایمانی جذبات کو بیدار کر دیتی تھی۔ اس کی گزشتہ بارہ سالہ زندگی جو دین پر استقامت سے عبارت اور پرکشش مادی ترغیبات کو دین کی خاطر ٹھکرانے کی مثالوں سے آراستہ رہی۔ مگر اس کی حیات کا سب سے روشن پہلو اس کا حق کی طرف وہ رجوع ہے، جو ایسی پرکشش مادی ترغیبات کی موجودگی میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا دوسرا سب سے یادگار منظر اس کی اچانک موت ہے۔ دین کی دعوت دینے چترال جانا اور واپسی کے سفر میں اپنی رفیقۂ حیات سمیت یکدم اگلی دنیا میں پہنچ جانا۔۔۔ کیا اس سے اچھی موت کوئی اور ہو گی۔

اس کی مقبولیت اور محبوبیت کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو گا کہ ہر طبقے، ہر علاقے اور ہر جماعت کے لوگوں نے اس پر تعزیت کی۔ سب نے اس حادثے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ جنید کی شہادت کو چند ہی گھنٹے گزرے تھے کہ درس قرآن ڈاٹ کام کے فیس بک اکاؤنٹ پر تیس لاکھ سے زائد وزٹر اس کے آخری سفر کے خبروں کی تلاش میں آچکے تھے۔ جنید جمشید دنیا سے چلا گیا مگر وہ اپنی آواز کا اثاثہ چھوڑ گیا ہے۔ وہ آواز جو ان شاء اللہ رہتی دنیا تک لوگوں کو حق کی طرف بلاتی رہے گی۔ کہیں حمدوں اور نعتوں کی شکل میں۔ کہیں تبلیغی بیانات کی شکل میں۔ یہ اس کا صدقۂ جاریہ ہے جو اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا رہے گا۔

مخلص داعیِ دین، بے لوث محب الوطن

تاثرات: مفتی محمد زبیر

بھائی جنید جمشید رحمہ اللہ کے ساتھ ایک بہت دیرینہ تعلق رہا۔ وہ سفر و حضر حج ع عمرہ ملک و بیرون ملک ہمارے ساتھی و رفیق کار رہے۔ اللہ رب العزت نے ان سے مختلف میدانوں میں ان سے کام لیا۔ اللہ رب العزت نے انہیں دوسری قسم کی زندگی سے ہٹا کر ہدایت اور پاکیزہ راہ عطا فرمائی۔ وہ اپنی زندگی کے اندر نہایت متواضع، عاجزی اور انکساری کے پیکر تھے۔ ہمیشہ خوش خلقی کے ساتھ پیش آتے۔ تجربہ اس بات کا گواہ ہے جب کبھی کسی بھی بات پر انہیں متنبہ کیا گیا ہمیشہ سر جھکا لیتے اور اپنی غلطی تسلیم کر لیتے تھے۔ عمر میں ہم بڑے ہونے کے باوجود وہ اس طرح ہمارے ساتھ رہتے تھے جیسے ہمارے شاگرد ہوں۔ اکابر علمائے کرام اور دعوتی ساتھیوں کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و محبت ہوا کرتی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کبھی ان کے دشمن کا تذکرہ بھی ان کے سامنے ہوتا تو وہ ان کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں تلاوت ذکر نماز حج و عمرہ اور ارشاد دین کی زندگی عطا کی اور وہ الحمدللہ نہایت کامیاب اور مسرور ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ ”جو حج کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے یا عمرہ کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے یا جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے، اب اگر وہ اس راستے میں فوت ہو جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے لیے حاجی کا، عمرہ کرنے والے کا اور غازی کا اجر و ثواب لکھ دیں گے۔“ آج بھائی جنید جمشید سرخرو ہو کر انشاء اللہ اللہ کے پاس پہنچے ہیں اس لیے کہ وہ دعوت و تبلیغ کے راستے میں تھے۔ وہ اللہ کے راستے میں نکلے تھے۔ چالیس دن کی جماعت میں اپنی اہلیہ کے ساتھ تھے جو کی مستورات کی جماعت بھی تھی۔ چترال کے دور دراز کے گاؤں میں ان کی تشکیل ہوئی تھی۔ اب ذرا اندازہ لگائیں اللہ نے اس دوسری قسم کی زندگی سے ہٹا کر انہیں جو زندگی عطا فرمائی وہ نیکی کی زندگی دعوت کی زندگی تبلیغ اسلام کی زندگی، علماء دین داروں ڈاڑھی پگڑی والوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی زندگی! اور پھر اس کے ساتھ اب ذرا آخرت کا سفر

ملاحظہ کیجیے۔ تبلیغ دین کے اندر، حالتِ سفر کے اندر، پھر طیارے کے حادثے میں، ان کی موت ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے اگر کوئی کسی وزنی چیز سے ٹکرا کر، یا سر پر کوئی چیز لگنے سے یا ایکسیڈنٹ سے مرتا ہے تو وہ بھی شہید ہے۔ اب ذرا اندازہ لگائیں۔ اللہ کے راستے کی، حالت سفر کی پھر ایکسیڈنٹ کی موت، انشاء اللہ یہ ان کے لیے شہادت کی موت ہے۔

بہت دل رنجیدہ ہے۔ جب کبھی مجلس میں ان کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کا تذکرہ آتا تھا تو ہمیشہ معاف کر دینے کی باتیں کرتے تھے۔ فراخی قلب کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حج میں نے میں نے انہیں چیختے ہوئے اور ہچکیوں بھرتے ہوئے اللہ سے راز و نیاز میں مصروف دیکھا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنے مختلف قسم کے تعارف پر بڑے خوش تھے۔ ایک مرتبہ ہم حرم مکی شریف سے نکل رہے تھے کہ ہم نے دو نوجوانوں کو دیکھا۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے۔ ”ان کو جانتے ہو۔“ وہ کہنے لگا۔ ”نہیں۔“ کہنے لگا۔ ”یہ وہ ہیں مدینہ مدینہ والے!“ اس وقت جنید جمشید اتنے خوش ہوئے۔ اتنے خوش ہوئے۔ اور خوشی کا اظہار کرتے تھکتے نہیں تھے۔ کہتے تھے اللہ رب العزت نے مجھے مدینہ کا تعارف عطا فرمایا۔ اللہ نے مجھے نعت کا تعارف عطا فرمایا۔ پاکستان سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ پاکستان کے جھنڈے پر بڑا زور دیتے تھے۔ میں اس بات کا عینی گواہ ہوں کہ پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر ہمیشہ پاکستان سے محبت اور تعلق پر زور دیا۔ اگر وہ ایک طرف اسلام کے مخلص داعی تھے، مبلغ دین تھے ترجمانِ شریعت تھے، واعظ تھے اور مبلغِ قرآن تھے تو دوسری طرف وہ پاکستان کے بے لوث، مخلص، وفادار مجاہد بھی تھے۔ اللہ نے یہ صفت بھی ان کو عطا فرمائی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنے نادار، مساکین، فقراء اور غرباء منبع اور ٹھکانہ بنے ہوئے تھے۔ کتنے گھروں کا وظیفہ انہوں نے باندھ رکھا تھا۔ کتنے ہی ایسے لوگ تھے کہ اگر ان کی خرابی بھائی جنید جمشید کے سامنے آجاتی تو وہ اپنی طرف سے تاویل پیش کیا کرتے تھے کہ یار وہ شاید اس مجبوری میں ہو گا۔ یہ کام شاید اس نے اس وجہ سے کر دیا ہو گا۔ نہیں اس کا یہ مطلب نہیں یہ مطلب ہو گا۔ ابھی ان کے صاحبزادے کے نکاح کے موقع پر پھر ان کے ولیمے کے موقع پر بڑی محبت سے مجھے بلایا کافی دیر میرے ساتھ رہے۔ میں جس جامعہ سے تعلق رکھتا ہوں جامعہ صفہ سعید آباد، اس کے متعلق کہتے تھے یہ میرا تعلیمی ادارہ ہے اور انہوں نے باقاعدہ لکھوایا تھا کہ میں یہاں سٹوڈنٹ اور طالبعلم ہوں۔ میرے والد صاحب نے ایک بار ازراہِ مذاق ان سے فرمایا۔ ”طالبعلم اگر جرم کرتے ہیں تو ہم انہیں سزا بھی دیتے ہیں۔“ تو بہت خوشخلقی کے ساتھ بار بار

کہتے تھے کہ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ ایک بار مجھ سے کہنے لگے۔ ”مجھے سورۃ الدہر کی وہ آیات یاد ہیں جب میں ایک بار آپ کی مسجد میں آیا اور آپ کے والد صاحب نے عشاء کی نماز میں وہ آیات تلاوت کیں۔“ تو میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے ساتھ یہ بات آج کی اس مختصر تعزیتی نشست کے اندر کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی جس وقت ان کے ورثاء اور قریبی رفقاء سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ آج بھی چلاس کی مقامی مسجد کے اندر انہوں نے امام مسجد سے سورۃ الدھر کی آیات تلاوت کرنے کی فرمائش کی اور کہا۔ ”جس طرح اللہ نے سورۃ الدھر کے اندر حوروں کا تذکرہ کیا جنت کی نعمتوں اور جنت کے پیالوں کا تذکرہ کیا وہ آیات سناؤ۔“ گویا کہ یہ ایک اشارہ مل رہا تھا ان کو اور جس منزل کی طرف وہ جا رہے تھے اسی کا تذکرہ کرتے کرتے وہ چلاس کے اس گاؤں سے نکلے ہیں۔ جنت کا تذکرہ آخرت کا تذکرہ اللہ سے ملاقات کا تذکرہ، پھر تبلیغ دین کا سفر، دعوت دین کا سفر، یہ ساری کی ساری فائلیں انشاء اللہ نیک ہیں۔

دراصل وہ ایک پیغام بھی دے کر گئے ہیں۔ بھائی لوگو! میں جا رہا ہوں۔ یہ دنیا بڑی مختصر اور زندگی فانی ہے۔ میں جا رہا ہوں اور ایک پیغام دے کر جا رہا ہوں کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کے ساتھ اخلاص کا تعلق رکھو۔ دین داری تبلیغ اسلام دعوت دین کا اپنا اوڑھنا بچھونا بناؤ۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی عاجزی انکساری اور تواضع کے ساتھ پیش آؤ۔ اس وقت ان کی ایک مشاورت چل رہی تھی ہمارے ساتھ کہ وہ کراچی میں ایک سماجی ورکر کے طور پر سامنے آنا چاہتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ مجھے سڑک پر جھاڑو دینے میں کوئی عار نہیں ہے۔ میں اگر لوگوں کی خدمت کروں تو مجھے ذرہ برابر کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اپنی جگہ ایک داعی اسلام تھے، سماجی ورکر تھے مبلغ دین تھے، دعوت تبلیغ کے وہ اہم ترین فرد تھے۔ میں سمجھتا ہوں ان کی موت پوری امت کی فضاء کو سوگوار کر گئی ہے۔ جدائی کے یہ لمحات ہم سب کے لیے انتہائی دکھ اور رنجیدگی لیے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت بھائی جنید جمشید کی بخشش فرمائے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صاحبزادے کی وفات پر کہا تھا۔ ”اے ابراھیم ہم تمھاری جدائی پر بہت غمزدہ ہیں۔“ تو آج انہی کی اتباع کے اندر یہ کہنے کو دل کرتا ہے کہ ہمارے دیرینہ رفیق اور ساتھی مخلص داعیٔ اسلام، جنید جمشید تمھیں ہمارے دلوں کا سلام پہنچے۔ ہمارے دل تمھاری جدائی پر انتہائی غمزدہ ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

تحریر: آمنہ خورشید

جنید جمشید۔۔ ایک آواز ایک شخصیت دردناک سانحے میں ہم سے رخصت ہو گئی۔ وہ شہید ہو کر سرخرو ہو گیا۔ اللہ نے اس کی زندگی قبول کر لی اور موت بھی شہادت کی صورت میں عطا فرمائی۔ جنازہ اتنا طویل و عریض تھا کہ مولانا طارق جمیل کو کہنا پڑا۔ ایسے جنازے تو بادشاہوں کے بھی نہیں دیکھے۔ مجھ سمیت اکثریت کو تو اب تک اس مرگ ناگہاں کا یقین نہیں۔ جب بھی اس کی آواز کانوں میں پڑتی ہے تو لگتا ہے ابھی وہ کہیں سے مسکراتا ہوا آ جائے گا اور کہے گا۔ ”میرے دوستو! میں کہیں نہیں گیا۔ میں تو یہیں ہوں۔۔“ وہ گیا تو ہزاروں لاکھوں دلوں کو ویران کر گیا۔ دنیا کا ہر کونا اس کی جدائی میں اداس سا دِکھتا ہے۔ اپنے پرائے ہم وطن اجنبی یہاں وہاں سبھی شاک میں ہیں۔ جب اس کی نعت دل کے تاروں کو چھوتی ہے تو اس کے چاہنے والوں کے آنسو نہیں تھمتے۔

گئے دنوں کا سراغ لیکر کہاں سے آیا کدھر گیا وہ

عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

خوشی کی رت ہو کہ غم کا موسم، نظر اسے ڈھونڈتی ہے ہر دم

وہ بوئے گل تھا کہ نغمہ جان، میرے تو دل میں اتر گیا وہ

بس ایک موتی سی چھب دیکھا کر، بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر

ستارا شام بن کے آیا، برنگ خواب سحر گیا وہ

نہ صرف وطن کے بچوں کے لیے بلکہ غیر ممالک میں مقیم ہزاروں پاکستانی بچوں کے لیے محبوب رہنما، آئیڈیل اور فیورٹ، جنید جمشید تھا۔ اس کی نعتوں، اس کی باتوں اور اس کی مسکراہٹوں نے وطن سے دور مکمل غیر اسلامی ماحول میں پلنے والے بچوں کو دینی اقدار یاد کروا رکھی تھی۔ وہ بچوں کو پیارے نبی ﷺ کی سنتیں یاد کروانے کا ایک سبب تھا۔ اس کی شہادت اور اچانک موت نے

یکدم بچوں کے چہروں سے مسکراہٹ چھین لی ہے۔

ہمارے جاننے والے مدینہ گئے تو بتایا کہ لوگ وہاں جنید جمشید کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس کی نعتیں سن رہے تھے۔ یہ محبت یہ عشق صرف جنید جمشید کے حصے میں آیا۔ امتی امتی نعت آج ہر ایک کی زبان پر ہے۔ یہ صرف الفاظ نہیں بلکہ محبت خلوص اور اتحادِ امت کا پیغام ہے جو وہ دے کر چلا گیا۔ اس کی زندگی میں ہر کوئی اپنے ہی دائرے میں گھوم رہا تھا اس کی شہادت نے یکدم سب کو یکجا کر دیا۔ اس کے لیے تمام طبقات کے لوگ ایک ہی تسبیح کے دانے تھے۔ وہ جو بظاہر دین دار نہیں لگتے تھے وہ ان کا بھی محبوب تھا۔ ہر سلیم الطبع شخص اس کا دیوانہ تھا۔ ہر ایک کے لیے اس کے پاس صرف ایک جذبہ تھا۔ محبت! بس! اس کی ایک ہی خواہش تھی۔ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے۔ یہی پیغام وہ اپنی آواز اپنے الفاظ سے دے کر چلا گیا۔ اگر اب بھی ہم اس کی زندگی سے کوئی سبق نہ سیکھ سکیں تو یہ ہماری بہت بڑی بد نصیبی ہے۔

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کی زندگی اتنی مقبول کیوں تھی۔ کیسے تھی۔ اس کی شخصیت کے پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا عالی وبلند اخلاق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کی جیسے نرمی اور محبت اپنانے کی ضرورت ہے۔ اس کی دین کے لیے قربانیاں دیکھیں۔ جب اس کے پاس ماں کی دوائی اور بچوں کی فیس کے لیے پیسے نہیں تھے تو پیپسی والوں کا کروڑوں کا کنٹریکٹ اس کے سامنے تھا۔ نہیں لیا۔ کیوں؟ اللہ کے لیے۔ قربانی دے دی۔ خالی ہاتھ بیٹھا رہا۔ پھر اللہ کی مدد آئی۔ کپڑے کا کاروبار شروع ہو گیا۔ اناڑی پن ساتھ تھا۔ پہلا نمونہ کاٹا تو چھوٹا۔ دماغ ماؤف۔ دونوں پارٹنر بیٹھ گئے۔ اب کیا کریں۔ یکایک بنگلہ دیش سے تاجر آ گیا۔ کپڑے چاہئیں۔ چھوٹے سائز کے کٹے ہوئے۔ جی موجود ہیں۔ تیار ہیں۔ لے جائیں۔ دو دن میں سب بک گئے۔ جو اللہ کے لیے گناہ چھوڑ دیتا ہے اس کو اللہ ایسے سبب سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ سب کتابی باتیں نہیں ہیں۔ یہ کوئی کہاوت نہیں ہے۔ یہ سب ہوا ہے۔ جنید جمشید نے اپنی زندگی میں یہ سب دیکھا ہے۔ سہا ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر آزمائش ڈالا کرتا ہے۔

اللہ نے اس کے لیے عزت لکھ دی تھی۔ جس نے لاکھ کوشش کی، اس کے دامن کو داغدار نہیں کر سکا۔ وہ ایک ایک کر آزمائشوں کی سیڑھیاں چڑھتا گیا اور بلند ہوتا گیا۔ ہم سب کی نظروں اور ظرف سے زیادہ۔ وہ تو دلوں کا حکمران تھا اور دھڑکنوں میں بستا تھا۔ اس کے خلاف جو بھی طوفان اٹھا، گرد کی طرح بیٹھ گیا اور اس کی شخصیت کی چمک دمک لوگوں پر اور زیادہ عیاں ہو گئی۔

جنید جمشید کی شخصیت ایک پل کی مانند تھی۔ وہ دنیا کی رونقوں میں ڈوبے ہوئے نوجوانوں کو اللہ اور اللہ والوں سے جوڑنے کا ذریعہ

تھے۔ دھیرے دھیرے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی زندگی بدل رہے تھے۔ اگر ایک طرف جنید جمشید کا اٹھنا بیٹھنا علمائے کرام اور اللہ والوں کے ساتھ تھا تو دوسری طرف وہ شوبز کے دوستوں سے بھی جدا نہیں تھے۔ شاید اسی لیے ، ہر سو اپنی مسکراہٹوں سے روشنی پھیلانے والے جنید جمشید کی یاد لوگوں کے دل سے ابھی تک محو نہیں ہو سکی۔

کبھی فوٹو شاپ کے ذریعے کبھی سوشل میڈیا کے ذریعے اس کا دامن دل تار تار کیا گیا۔ جس نبی ﷺ کی سنتوں کی طرف وہ لوگوں کو شب و روز بلاتا تھا اسے اسی نبی کا گستاخ کہا گیا نعوذ باللہ۔ آئے ہائے! اس کا دل ٹوٹ ٹوٹ نہ گیا ہو گا۔ کیا وہ پتھر کا دل رکھتا تھا؟ وہ راتوں کو روتا تھا۔ دھاڑیں مارتا تھا۔ اللہ کے آگے اپنے سب غم اور تکلیفیں رکھ دیتا تھا۔ بعض اوقات اس کی پوری پوری رات ہی رونے میں گزر جاتی تھی۔ ہائے کیسے آدمی کو کھو دیا ہم نے۔ کیا کیا برا سلوک نہیں کیا ہم نے اس کے ساتھ۔ لیکن اس نے پھر بھی آواز بلند نہیں کی کہ لوگو! کچھ تو عقل کرو۔ جس بات کی تحقیق نہ کی ہو اس کو دلیل بنا کر کیچڑ کیونکر اچھالتے ہو۔ جن لوگوں نے ائیر پورٹ پر اسے دھکے دیے تھپڑ مارے انہی کا شکر گزار ہونے لگا کہ انہوں نے مجھے ایک اچھی بات کی طرف متنبہ کیا ہے۔ چاہتا تو ہر ایک کے خلاف ایف آئی آر کٹ سکتی تھی۔ سب جیل میں چلے جاتے۔ نہیں۔ اس نرمی اور ہمدردی کے پیکر نے سب کو معاف کر دیا۔ سوچیں! پبلک میں انسلٹ کرنے والوں کو، دھکے دینے والوں کو کھلے دل سے معاف کر دیا۔ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہم صرف زبانی کلامی جنید جمشید سے محبت کرتے ہیں۔ عقیدت کے خالی خولی دعووں کا کیا فائدہ جب آپ اس کی جیسی اعلیٰ ظرفی نہیں اپنا سکتے۔

سوچتی ہوں ہم نے ایسے قیمتی انسان کی قدر نہیں کی۔ اسی لیے اللہ نے اسے ہم سے دور کر دیا۔ ہم نے کیا کیا ظلم نہیں ڈھائے اس پر۔ گھٹیا الزام، ذہنی اذیت، سب کے سامنے تھپڑ اور دھکے! ہائے کون تھے وہ ظالم جنہوں نے ایسے انسان پر ہاتھ اٹھائے۔ اس سب کے باوجود آپ اس کا حوصلہ بھی تو دیکھیں۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا ہے۔ آنسو بھری آنکھیں لیے کہہ رہا ہے۔ ”میرے دوستو! یہ قصداً نہیں ہوا۔ ارادتاً نہیں ہوا۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں ان بھائیوں کا دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے متنبہ کیا۔“ اللہ اکبر! کیا ہی اعلیٰ اخلاق والا بندہ تھا۔ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا ایسا شخص۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک

اے اہلِ زمانہ! قدر کرو نایاب نہ ہوں، کمیاب ہیں ہم

گلوکاری چھوڑنے کے بعد کبھی اسے جینز شرٹ میں نہیں دیکھا گیا۔ بے داغ شلوار قمیص، سر پر ٹوپی اور ٹخنوں سے اوپر پائنچے۔ اسی حلیے میں وہ ساتوں براعظم گھوم آتا۔ گھنی ڈاڑھی، چمکدار چہرہ، پرنور پیشانی اور دلنشین مسکراہٹ۔ جو ایک بار مل لیتا اسی کا ہو جاتا۔ اعلیٰ اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ۔ ہر ایک کو لگتا تھا جنید اسی سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس نے صرف زبان سے ہی نہیں کہا تھا میرے نبی پیارے نبی سنت تیری دنیا و دین! اس نے عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

جنید جمشید ایک ایسا چراغ تھا جس کی روشنی صرف اپنوں تک محدود نہ رہی۔ اس نے اپنوں کو فائدہ پہنچایا اور غیروں کو بھی نفع۔ اس کے چیرٹی پروگریمز دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے تھے۔ غزہ، افریقہ ، نیپال، ہیٹی، فلپائن، روہنگیا، کشمیر، صومالیہ ، بنگلہ دیش۔ مسلم چیرٹی کے نام سے اس کی تنظیم دنیا بھر میں کام کر رہی ہے۔ کبھی آپ نے سنا خود اس کے منہ سے کہ آج میں نے فلاں پراجیکٹ کا افتتاح کیا؟ کبھی آپ نے کوئی دکھاوے بھرا فوٹو سیشن دیکھا کسی اخبار میں؟ کبھی آپ نے اسے کسی کنویں، سکول یا کسی مسجد کا سنگ میل رکھتے ہوئے دیکھا؟ نہیں! وہ اپنی چیرٹی چھپا کر رکھنا چاہتا تھا تاکہ سب کام اللہ کے لیے خالص ہو جائیں۔ کون ہے ایسا اس دھرتی پر۔ لوگ تنکا بھی اٹھا کر یہاں سے وہاں رکھتے ہیں تو پہلے اشتہار دیتے ہیں۔ خلوص اور بے لوث خدمت کے پیمانے ادا س ہیں کہ اس جیسا تو بس ایک ہی تھا جو ہم سے روٹھ گیا۔ افریقہ سے لے کر ایشیا تک اور یورپ سے لے کر امریکہ ولندن تک اس کی چیرٹی کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ وہ اپنی نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموشی سے اتنے بڑے بڑے کام کر کے چلا گیا کہ اپنے بھی بول اٹھے کہ ہمیں ابھی تک معلوم نہیں کہ اس کے چیرٹی پروگرام کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ ابھی تک لوگوں کے فون اور پیغامات آ رہے ہیں جنہیں ہم جانتے ہی نہیں۔ دنیا بھر سے فون کالز آ رہی ہیں اور ان میں گورے کالے کی کوئی تمیز نہیں۔ اس کے چیرٹی پروگراموں کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

Adopt a School Project (خواتین کی تعلیم کے لیے)

Eaton Girls Boarding School Uk (خواتین کی تعلیم کے لیے)

Gaza (فلسطینی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے)

Haiti Hurrican Appeal(ہیٹی کے لوگوں کو سانحے کے بعد دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے)

Disaster Risk Reduction

Mali(مالی کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے)

Nepal emergency(نیپال کے لوگوں کی فوری مدد کے لیے)

Philipine Typhoon(خواتین کی تعلیم کے لیے)

Pakistan Earthquake Appeal(پاکستان میں زلزلہ متاثرین کی مدد کے لیے)

Income Generation(دنیا بھر کے لوگوں کو باعزت روزگار کے لیے مناسب وسائل کرنے کے لیے)

Rohingyan Refugees Appeal(روہنگیا مسلمانوں کے تحفظ کے لیے)

Maternity Hospitals (Pakistan)(پاکستان بھر کی خواتین کے لیے زچہ بچہ کی سہولیات)

Medical Camps (Pakistan, Somalia, Kashmir, Bangladesh)(پاکستان، صومالیہ، کشمیر اور بنگلہ دیش میں مستحقین کے لیے طبی سہولیات)

Fistula: Help healing a woman(فسٹولا (بیماری) کی متاثرہ خواتین کی امداد کے لیے)

Qurbani programme 2016(دنیا بھر میں قربانی کے عطیات سے مستحقین کی مدد کے لیے)

Water Supplies in Ghaza(غزہ، فلسطین میں پانی کی سہولیات بہم پہنچانے کے لیے)

Water hand pumps in Asia(ایشیا بھر میں پانی کی کمی والے علاقوں میں ہینڈ پمپس لگانے کے لیے)

Water boreholes in Africa(افریقہ میں پانی کی سہولیات یقین بنانے کے لیے)

Seasonal Programme (Fidiya , Zakat etc)(موسمیاتی پروگرام، فدیہ اور زکوۃ وغیرہ مستحقین تک پہنچانے کے لیے)

Orphan Sponsorship(دنیا بھر میں یتیموں کی فلاح و بہبود کے لیے)

Mosques(مساجد کی تعمیر و دیکھ بھال کے لیے)

جیسے خوشبو پھول کی ہو ہر طرف یوں ہوا کے دوش پر چلتا گیا
کیسی کیسی ظلمتیں سہتا گیا کہاں کہاں وہ روشنی کرتا گیا

اگر اس کی زندگی ایک سبق تھی تو موت ایک دعوت۔ عمل کرنے کی دعوت۔ اللہ کی راہ میں نکلنے کی دعوت۔ اللہ کو منالینے کی دعوت۔ کیسے وہ اپنے رب سے شہادت مانگ کر، اسے منا کر چلا گیا۔ ہم دیکھتے رہ گئے۔ اس نے آخری دن وہی خاص آیات پڑھوائیں جن میں جنت اور جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ دیکھیں وہ اللہ کو کتنا پسند تھا کہ اللہ نے نہ صرف اس کی خواہش پوری کی بلکہ اسے اپنے راستے کی موت بھی عطا کر دی۔ اس کے، اپنی راہ میں نکلے ہوئے قدموں کو قبول فرمالیا اور دوران سفر ہی اپنے پاس بلالیا۔ وہ موت دی جس کی خواہش اولیاء کیا کرتے ہیں۔ کسے معلوم ہے اس کے جنازے کے بعد ہزاروں لوگ تبلیغ میں نکل گئے۔ اس کو چاہنے والے اسی کی راہ پر چل نکلے۔ اس کی زندگی تو مقبول تھی ہی، اس کی موت بھی ہزاروں لوگوں کو اللہ کی راہ میں نکالنے کا سبب بنی۔

ایسا گیا کہ نشان بھی نہ چھوڑا۔ جنید جمشید لکھ کر سرچ کریں تو ایک بے رنگ و بے آب پہاڑ کی تصویر سامنے آتی ہے۔ ڈھلتی شام کا اندھیرا اور پہاڑ کے دامن میں دور نیچے جلتے بجھتے شعلے اور جہاز کا ملبہ۔ کہاں گیا جنید جمشید۔ نظر ڈھونڈتی ہے اسی بے مثال شخص کو جس کا جسم پہاڑ کے دامن میں شعلوں کی نذر ہو رہا تھا۔ آئے ہائے! تصویر کو زوم کر کے دیکھا۔ برائٹ کر کے دیکھا کہیں سے وہ چمکتا چہرہ نظر آجائے اور دل میں ٹھنڈک پڑے۔ کہیں سے تو وہ نکل کر آجائے اور کہے۔ ”میرے دوستو! میں کہیں نہیں گیا۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میں تو یہیں ہوں۔۔“

مری راکھ سے نئی روشنی کی حکایتوں کو سمیٹ لے
میں چراغ صبح وصال تھا تری خیمہ گاہ میں جل بجھا

جنید جمشید شہید کے لیے
آپ کے تاثرات

”جنید جمشید شہید سلیم الفطرت شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کے معاصرین گواہی دیتے ہیں کہ آپ میں جو نیکی و صلاح جس پیرائے میں نظر آتی تھی، وہ قابل دید دکھائی دیتی تھی۔ وہ جیسے نیکی و تقویٰ کے پیکر تھے۔زندگی کی کایا ایسی پلٹی کہ اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بناکر اور پھر اس دنیا فانی سے شہادت کا اعلی ترین مقام پاکر کوچ فرماگئے۔جس طرح اپنی زندگی میں دوسروں کے لئے آئیڈیل رہے، دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی دوسروں کے لئے زندہ مثال بنے۔“ (عائشہ صدیقہ)

”جنید بھائی اللہ کے نیک بندے تھے جس سے اللہ نے بہت توڑے وقت میں بہت کام لیااوروہ کامیاب ہو کراپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے۔“(فاروقی نعمان)

”اسلام کی خاطر دنیا کو لات مار کر مفلسی کے حال میں بھی استقامت اختیار کرنے والے جنید جمشید کو لاکھوں سلام!“ (مفتی آفتاب احمد سانگھڑ)

”جنید بھائی اس دور کے کامیاب ترین شخص تھے۔ دنیاوی میدان کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت میں بھی جو کام کیا دنیا اسے یاد رکھے گی۔ آپ وہ واحد شخص تھے جن کی وفات پر ہر ایک شخص اشکبار تھا۔ آپ کو قومی اور فوجی اعزازات سمیت علماء کے ہاتھوں تدفین بھی نصیب ہوئی۔ اللہ نے آپ کو اپنے کام کے لیے قبول فرمالیا۔اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔“(محمد یحیٰ زبیر)

”جنید جمشید نے دنیا کو بتادیا اللہ اپنے خالص بندوں کو دنیا میں بھی انعام واکرام سے نوازتے ہیں۔یہ دکھا کرسب کی آنکھیں کھول دی ہیں۔اللہ ہم سب کو اس راستے پر چلنے کی استقامت اور منزل پر پہنچنے کی سعادت نصیب کرے۔آمین ثم آمین!“ (صباخان)

”اللہ کے دین کی محنت کرنے والوں کو اللہ یو نہی دنیا میں عزت اور آخرت میں سرفرازی عطاکیا کرتے ہیں۔“(انتظار الحق)

”جنید جمشید اکثر حیات طیبہ پر بات کیا کرتے اور حقیقت میں اللہ پاک نے ان کو حیات طیبہ سے نوازا تھا۔زندگی کو اللہ کے حکموں پر گزارا اور اللہ کے راستے میں پھر پھر کر لوگوں

کو دین کی طرف راغب کیا۔ بیشک ایسے ہی لوگوں کو اللہ پاک مرتبہ سے نوازتا ہے جو جنید بھائی کو حاصل ہوا۔ اللہ پاک ہمیں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنید بھائی کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!" (سید محمد احسن)

"حسن اخلاق اور اور صبر کا پہاڑ تھا ہمارا جنید جمشید!" (محمد اے وحید)

"فرشتہ تو نہ تھا پر فرشتہ جیسا لگتا تھا۔" (عمار حمید)

"جنید جمشید رحمہ اللہ نے اپنے عمل سے ہمیں یہ سبق پڑھایا:
کسی خاکی پر مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر جس نے دی جوانی کو"
(حمید حیات)

"جنید بھائی اس دور کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ کی محبت میں دنیا کے تخت و تاج کو چھوڑا کیسے جاتا ہے وہ اس کی زندہ مثال ہیں۔ اللہ رب العزت ان سے محبت کرتے ہیں۔ اسی لیے سب کے دلوں میں ان کی محبت رہتی دنیا تک رہے گی۔ اللہ جنید بھائی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے، آمین!" (شیخ عاکف شاہد)

"جنید جمشید بھائی ہمیں خود نہیں معلوم تھا کہ ہمیں آپ سے اتنی محبت تھی آپ کا خلاء کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔" (مدثر رحمٰن)

"جنید جمشید کا دل واقعی سونے کا تھا۔ ایسی عالی ظرف اور صفات والی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہے۔" (ارسلان احمد حجازی)

"حقیقی غلامِ رسول!!" (عثمان علی)

"صبر کرنے والا ہمدرد، دشمنوں کو بھی دعائیں دینے والا وہ عاشق رسول ﷺ تھا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔" (ثاقب علی عباسی)

"ایک ایسا سچا عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے اپنا حلیہ سنت کے مطابق ڈھال لیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور رضا کیلئے اپنی ذات، انا اور خواہشات کو فنا کر دیا اور اپنی جان بھی اللہ کے دین کی تبلیغ میں ہواؤں کے سپرد کر دی۔" (گل فراز خان)

"کمال کا شخص تھا جو مقام ایک انسان اپنی پوری زندگی میں حاصل نہیں کر سکتا وہ صرف چودہ سال میں کر گیا۔ اللہ درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی جنید جمشید جیسی محنت کرنے والا بنائے۔" (فیصل مغل کوٹ ادو)

"اللہ کے لیے گناہوں کی دنیا چھوڑ کر صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلتے ہوئے اللہ کے راستے میں شہادت مل جانا۔ اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا اور محبت سکھانا۔ جنید بھائی اس کا عملی نمونہ تھے۔ اللہ پاک ہمیں بھی ایسی سچی توبہ

اور ایسی اللہ کے راستے کی موت عطا فرمائے۔ آمین!" (محمد فصیح بیگ)

"جنید جمشید !! کمال کی شخصیت تھے۔ انتہائی اعلیٰ ظرف! انہوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ آج کے پر فتن دور میں بھی سنت پر عمل کیا جا سکتا ہے، جس سے ہم کوسوں دور بھاگتے ہیں۔" (بنت علی)

"میں سندھ کے دیہات کا رہنے والا ہوں۔ میں غریب ادمی ہوں۔ میں نے جنید بھائی کو کبھی آمنے سامنے نہیں دیکھا لیکن ان کی شہادت نے میرے دل پر ایک گہرا اثر چھوڑا ہے۔ وہ اثر دین اور تبلیغ کا ہے۔ میں نے جب جنید بھائی کی شہادت کا سنا تو میں بہت رویا۔ مجھے سمجھ نہیں آیا میں کیو ں رو رہا ہوں۔ یہ اللہ کی خاطر محبت ہے۔" (عطاءاللہ خان)

"جنید جمشید کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ اللہ واقعی گناہگار کو بخش کر ولی اللہ بنا دیتا ہے۔ انکی زندگی گناہگاروں کے لیے امید ہے۔" (ماہا خان)

"جنید جمشید ایک ایسی شخصیت ہیں جن کی زندگی ہر شخص کو ہدایت کا سبق دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ اصل کامیابی دنیا کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی کو پا لینا ہے۔" (مہوش ریاض)

"محفل میلاد سجائی گئی ہے عرش پہ
ثناخواں زمیں سے بلایا گیا ہے"

(فردوس خان)

"وسیع الظرف! جنید جمشید!" (حذیفہ خالد)

"جنید بھائی کا دل بڑا تھا۔ وہ ہر کسی کو معاف کرنا جانتا تھا۔ اتنی مخالفت ہونے کے باوجود کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اپنے کام کو جاری رکھا۔ ہر کسی شخص کو معاف کیا اور ایسے شخص کم ہوتے ہیں۔ اللہ پاک بھائی جنید کو انوار رحمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!" (بلال احمد)

"دل دل پاکستان گا کر ہر پاکستانی کے دل میں بس گئے اور "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ" پڑھ کر ہر ہر امتی کے دل میں امر ہو گئے۔ جب "میں تو امتی ہوں اے شاہ امم کر دے میرے آقا ب نظر کرم" کی صدا بلند کی تو کرم کا یہ عالم ہوا کہ شہادت کا رتبہ پا گئے۔ یہ ہیں ہمارے محترم بھائی جنید جمشید! اخلاص نیت کی تعریف سمجھا گئے۔ اللہ درجات بلند فرمائے۔ آمین!" (حمیرا بلوچ)

"جنید بھائی کے لیے دعا ہے کے اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین! جنید بھائی کی سب سے خوبصورت بات جو دل سے نکلتی نہیں: "ہم سب ایک خوبصورت موت کمانے آئے ہیں۔" واقعی ایک خوبصورت موت کے لیے انھوں نے اس راستے کو چُنا۔ اللہ ہم کو بھی دین کے راستہ میں ثابت قدمی عطا فرما۔ آمین!"

(سعدیہ وہاب)

”زمین کی رونق چلی گئی ہے
افق پر مہرِ مبین نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے
وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا
مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

یہ اشعار تو آغا شورش کشمیری نے ابو الکلام آزاد رحم اللہ کی وفات پر کہے تھے پر جنید جمشید کی شہادت پر بے اختیار میرے دل وزبان پر جاری ہوگئے۔“ (فیض انجم)

مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کن الفاظ میں اپنے احساسات بیان کروں۔ ہمیشہ جن بلند کردار شخصیات کے بارے میں سنا وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنی زندگی بالکل بدل ڈالی مگر جنید جمشید ایک زندہ مثال ہمارے سامنے آئے۔ اللہ پاک نے انہیں کیا نہیں دیا دولت، شہرت، انہوں نے سب اللہ کی خاطر چھوڑ دیا۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کرکے بتایا کہ دین دنیا چھوڑنے کا نام نہیں۔اسی دنیا میں انہی لوگوں میں رہتے ہوئے حکمت سے خلق خدا کو رب کی طرف بلانا ہے۔جنید جمشید دنیا سے تو چلے گئے مگر ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ تبارک تعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین!“ (نائمہ سجاد)

”جنید بھائی کی مخالفت بھی ان کی سچائی کی دلیل تھی کہ دنیا میں ہر بندہ جو راہ حق پہ چلا اس کو باد مخالف کا سامنا کرنا پڑا۔“ (دانش طاہر)

”جنید جمشید رحمہ اللہ کی شہادت اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو دین کی اشاعت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔انکی زندگی آج کل کے مسلمان کے ایک نمونہ ہے۔“ (یوسف نعمانی)

”سوچتی ہوں کہ ڈھلیں گے یہ اندھیرے کیسے
لوگ رخصت ہوئے اور لوگ بھی کیسے کیسے!“

(عمارہ عامر)

”جنید جمشید صاحب کی وفات کے اگلے دن میں نے ضرب مومن کے کالم میں بہترین بات پڑھی۔”جنید جمشید وہ شخص تھا جس نے مولویوں اور سیکولر افراد کے درمیان وہ ربط قائم کیا جو کوئی نہیں کر پایا۔“ اور اگر ہم مشاہدہ کریں تو یہ بات سو فیصد درست ہے۔“ (صداقت احسن)

”امت کے اتحاد کا حامی! اللہ کرے اس کا یہ خواب پورا ہو۔“ (طیبہ حمید)

"اللہ پاک مغفرت فرمائیں۔ اللہ نے نہ جانے کتنے لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت دی ہوگی۔ میں نے انکی cds سے آیتِ سود اور سورۃ مومون کی ابتدائی آیات سیکھی ہیں۔ وہ اللہ کو بہت محبوب تھے کہ یہ وقت اور اسکے کے لوگ آج گواہی دے رہے ہیں۔ آج بھی لگتا ہے شاید وہ کہیں سے واپس آجائیں۔ اللہ انکو اپنا قرب نصیب فرمائیں!"

(مہوش صدیقی)

"سعادت کی زندگی۔ شہادت کی موت!" (صبغت اللہ)

"موت کی بانہوں میں سو جاتے ہیں
اچھے لوگ بہت جلد کھو جاتے ہیں!"

(سماویہ یوسف زئی)

"بُلندیوں کا مسافر تھا۔ کردار کی بلندی اخلاق کی بلندی اور یہی بلندی اسے بلند مقام پر لے گئی۔" (محمد اویس)

"قابلِ رشک انسان! زندگی کی شروعات ایک سِنگر کے طور پر ہوئی جس میں وہ کافی حد تک فیمس ہوئے۔۔ پھر طارق جمیل صاحب کی ملاقات سے اللہ نے ہدایت دی اور پھر ایک ایسا آدمی بن کر تیار ہوا کہ دنیا رشک کرتی رہ گئی۔ اور کبھی گالی گلوج تو کبھی مار اور کبھی کفر کے فتوے اور کبھی طعن و تشنیع کو برداشت کیا لیکن پھر بھی معافی مانگنے میں پہل کرتے اور اپنے کام انجام دیتے رہے۔ اور ایک دن 7 دسمبر شام کے وقت شہید کی موت پا کر اس دنیا سے گزر گئے۔ واقعی ان کی زندگی ہمارے لئے ایک مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی جنید جمشید بھائی کو اور جتنے بھی لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ سب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ (اکرامہ جاوید)

"گناہ کی زندگی چھوڑی۔ توبہ کی اللہ نے اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لیا۔
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
یہی پیغام دے گیا جنید شہید!"

(مدثر رحمٰن عباسی)

"وہ جو لوگ اکثر دعائیں مانگتے ہیں ناں کہ یا اللہ ہماری عمر، مال اور کاموں میں برکتیں عطا فرما۔ یہ "برکت" کیا ہے؟ ہم سمجھتے کہ برکت کا مطلب "اضافہ" لیکن برکت کا مطلب تھوڑے میں بہت ہے۔ یہ مطلب مجھے بھائی جنید جمشید کی شہادت کے بعد صحیح طور پر سمجھ آیا۔ اللہ نے ہدایت دی تو تھوڑے وقت میں وہ داعی بنے جو کئی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ نعت گوئی میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا اور نہ ہے۔ اور جب کاروبار کیا تو تھوڑے عرصہ میں تمام ٹاپ کلاس برانڈز کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور پھر اللہ نے جب اپنے پاس

Darsequran.com

بلایا تو شہادت کا رتبہ عطا فرمایا ۔یہ ہے برکت اور قبولیت۔سعادت کی زندگی ۔شہادت کی موت۔اللہ ہمیں بھی اپنے دین کے لئے قبول فرمائے ۔آمین!" (شاھد رسول چندریگر)

"جنید جمشید بھائی آپ جیسا دوسرا بہت ڈھونڈا لیکن کسی کو آپ جیسا نہ پایا۔اللہ تعالی آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطاء فرمائیں۔آمین!" (حسام الدی)

"تاریخ انسانی کے شفق رنگ افق پر، کبھی کبھی وہ انسان نمودار ہوتے ہیں، جن کی زندگی ہی نہیں، جن کی موت بھی انہیں سربلند کر جاتی ہے۔ یہ بات پوری طرح ہمارے علم میں ہے ۔ہماری آنکھوں دیکھی حقیقت ہے۔ہم نے ایسے ہی ایک انسان کو دیکھا ہے۔ہم نے جنید جمشید کو دیکھا ہے۔ ایسے انسان جس مشن کے لیے زندہ رہتے ہیں،وہ مشن عظیم ہوتا ہے۔جس نصب العین کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔وہ نصب العین سچا ہوتا ہے۔جس بات کو مقصد حیات قرار دیتے ہیں، وہ بات حاصل حیات ہوتی ہے اور جس راہ میں جان دیتے ہیں،وہ ان کے مالک کی راہ ہوتی ہے۔یہ ہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ زندہ ہوتے ہیں تو قابل رشک ہوتے ہیں اور رخصت ہوتے ہیں تو ناقابل فراموش بن جاتے ہیں۔بے شک وہ شہید ہیں اور شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔سلام جنید جمشید!" (اعوان)

"جنید جمشید رحمتہ اللہ علیہ جب بچھڑے تو پتا چلا کہ ایک سائبان تھا ہمارے سروں پر جو ہٹ گیا۔اللہ آپکی قبر کو نور سے بھر دے۔آمین!"(محمد جہانزیب)

"اللہ پاک انسان سے فرماتے ہیں اے میرے بندے تو میری طرف چل کے آ میں تیری طرف دوڑ کے آؤں گا۔ جنید جمشید بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔وہ اللہ کی طرف چل پڑے۔اللہ پاک دوڑ کے آئے۔پہلے گناہوں سے دور فرمایا۔پھر موت بھی دی تو شہادت والی۔اللہ پاک جنید جمشید کی مغفرت، اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین!" (محمد ادریس)

میں خود ایک ناکارہ انسان بن گیا تھا۔ گانے گاتا تھا۔ ساری رات پروگرام کرتا تھا۔ پھر جب جنید جمشید بھائی سے ملا تو اس نے مجھے کچھ الفاظ کہے جنھوں نے میری زندگی بدل دی۔ اللہ،میرے پیارے برادر جنید جمشید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین!" (مشارب میمن)

"اللہ اللہ قبر کی جگہ جو صرف خواص کے لئے ہوتی ہیں۔ وہ اللہ نے مقدر کی۔" (محمد کاشف علی)

جنید جمشید شہید کا آخری فیس بک سٹیٹس اور ٹویٹ

حویلیاں میں پی آئی اے کے طیارہ حادثے میں جاں بحق ہونے والے نامور مذہبی مبلغ جنید جمشید چترال میں موجود تھے جہاں سے انہوں نے اپنے دوستوں کے ہمراہ 2 روز قبل اپنی زندگی کا آخری ٹوئٹ کیا۔ جنید جمشید نے اپنے چار دوستوں کے ہمراہ چترال میں سیر و تفریح کرتے ہوئے 4 دسمبر کو کچھ تصاویر ٹوئٹر پر پوسٹ کیں لیکن انہیں کیا علم تھا کہ وہ اپنی زندگی کی آخری تصاویر پوسٹ کر رہے ہیں۔ تصاویر میں دیکھا جاسکتا ہے کہ جنید جمشید اپنے دوستوں کے ہمراہ بے حد خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی ٹوئٹ میں لکھا کہ چترال زمین پر جنت ہے۔ اللہ کی زمین پر میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہوں اور بلند و بالا پہاڑ ترچ میر ہمارے پیچھے ہے۔

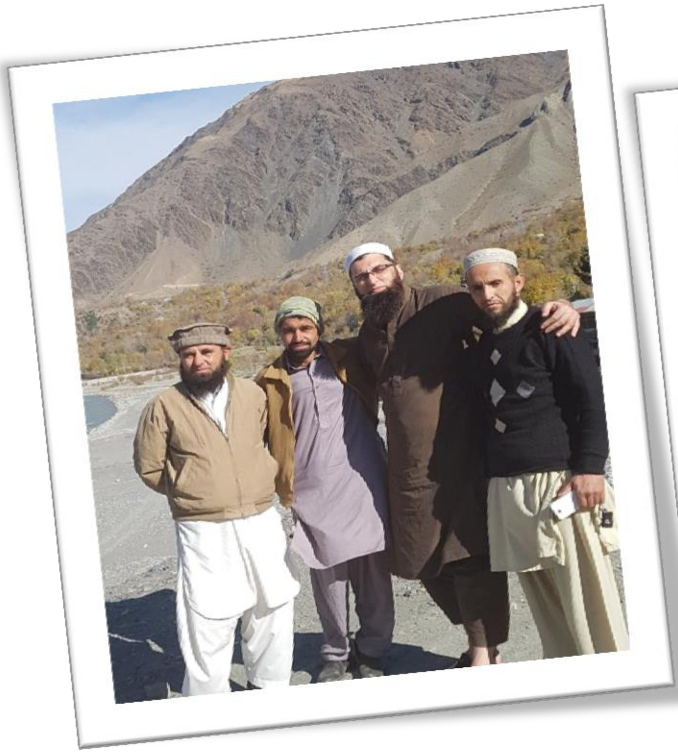

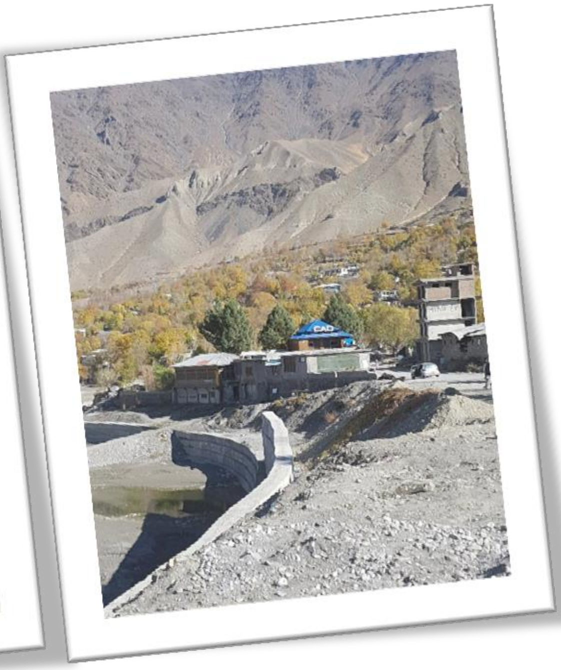

Follow

[Junaid Jamshed](#)

Heaven on Earth Chitral.
With my friends in the Path of Allah . Snowpacked Tirchmir right behind us
2:33 PM - 4 Dec 2016

7,2427,242 Retweets

18,18218,182 likes

طیارہ حادثے سے 2 گھنٹے قبل جنید جمشید نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ "فیس بک" پر اپنی ایک تصویر پوسٹ کی جس میں انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے، جنید جمشید مسجد کے قالین پر بیٹھے ہوئے رب کو یاد کر رہے ہیں۔

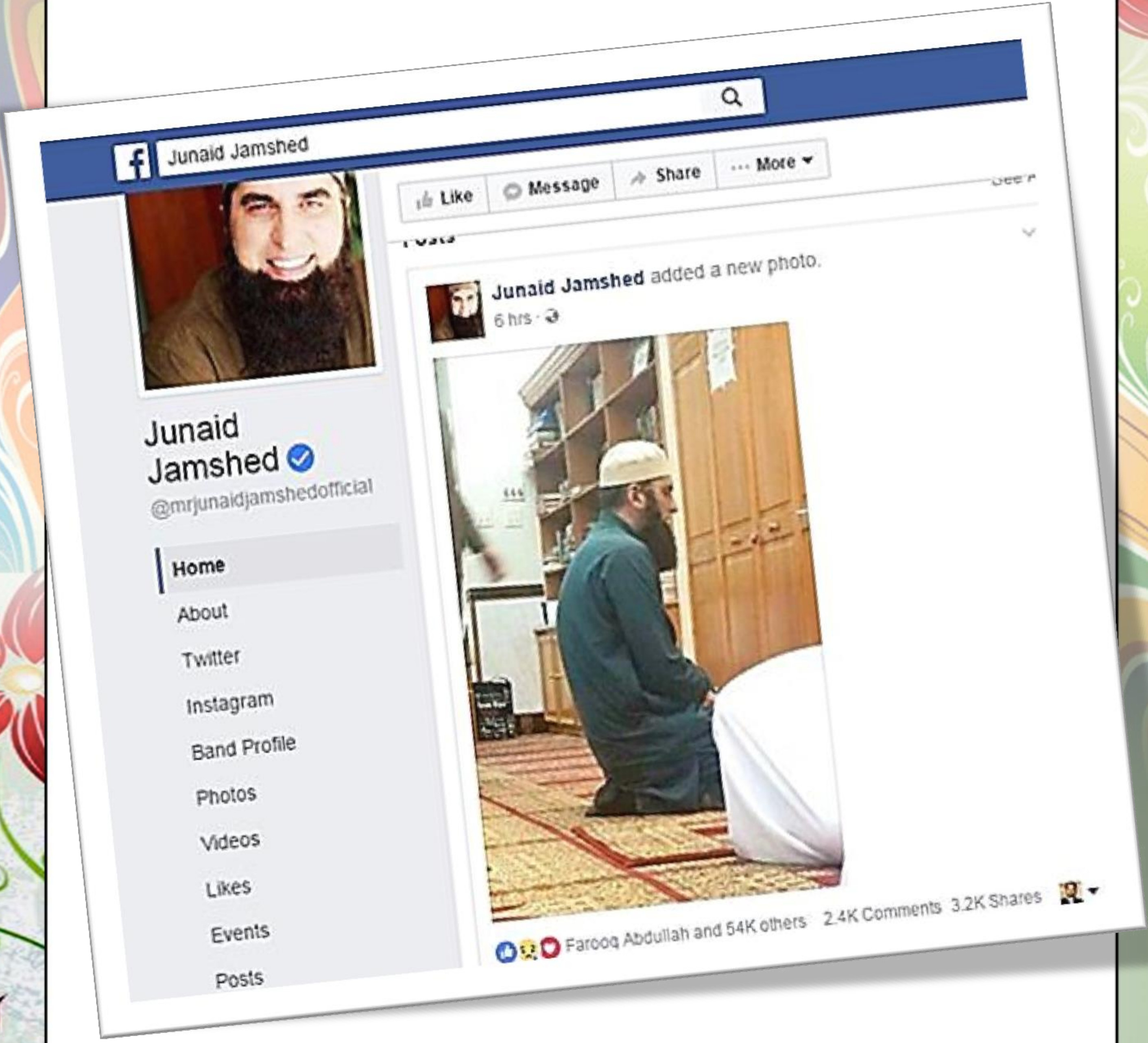

اسی طرح ایک دن پہلے سہ پہر ایک بج کر 37 منٹ پر انہوں نے ایک تصویر پوسٹ کی جس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ مسجد کے ممبر سے لوگوں کو وعظ دے رہے ہیں۔

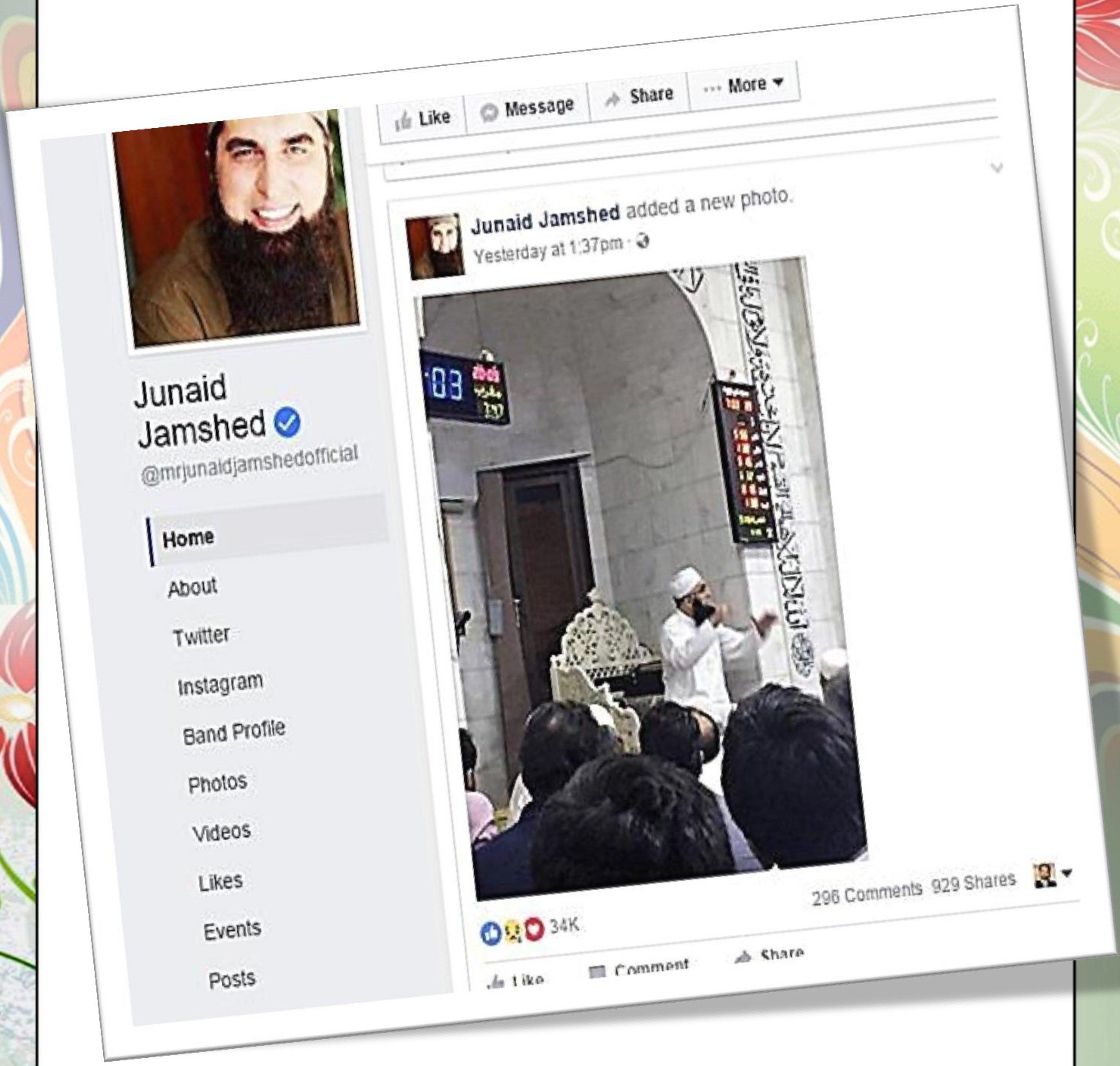

دل دل پاکستان کا اب دل نہیں رہا!

(منتخب کالم-یوسف سراج)

آسمان پر بے شمار ستارے ہیں۔کچھ بڑے کچھ چھوٹے۔ ہم مگر انہی کو جانتے ہیں جن کی چمک ہماری زندگی اور ہمارے ادراک تک پہنچ پاتی ہے۔انسانوں کا حال بھی یہی ہے۔ جن کے احوال ہم جان لیتے ہیں اور جو ہمارے احوال تک پہنچ پاتے ہیں، وہی ہماری یاد اور ہماری زندگی کا حصہ بن پاتے ہیں۔ جنید جمشید اس کی تازہ مثال ہے۔لوگوں نے کہا پی کے 661 میں موت کے سفر پر نکلے کل 42 مسافر تھے اور باقی 5 جان ہارنے نکلے لوگ جہاز کے عملے پر مشتمل تھے۔ 2 فضائی میزبان، ایک پائلٹ، ایک اس کا معاون اور ایک فرسٹ آفیسر۔ پھر ان آخری سفر کے مسافروں کی بھی تقسیم تھی۔ 9خواتین تھیں۔ 2دودھ پیتے بچے تھے۔ 3 غیر ملکی بھی تھے۔ یہ معلومات بھی دماغ کا دامن کتنے کانٹوں سے بھر دیتی ہیں کہ طیارے کے پائلٹ صالح یار جنجوعہ کے ساتھ اس دن جو ٹرینی پائلٹ تھے وہ پائلٹ کے بیٹے احمد یار جنجوعہ تھے اور فضائی میزبان بھی اسی پائلٹ یعنی صالح یار جنجوعہ کی اہلیہ تھیں۔ سب آنِ واحد میں راکھ ہو کے حویلیاں کے پہاڑوں میں بکھر گئے۔ یہ سب چترال سے چلے تھے۔ وہ چترال، جسے اپنے آخری ٹویٹ میں جنید جمشید نے جنت قرار دیا تھا اور پھر وہ جنت ہی کے راستے پر راہی ملک بقا بھی ہو گئے۔ جنید نے جہاز کے پائلٹ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک تصویر بھی بنوائی تھی۔پرواز سے کچھ دیر پہلے۔ خیال یہ رہا ہو گا کہ یہ اس سفر کی آخری تصویر ہو جائے گی۔ وہ مگر سفر زندگی ہی کی آخری تصویر ثابت ہو گئی۔ اخبارات نے وہی تصویر چھاپی ہے۔ اب اخبار کبھی اس کی کوئی تازہ تصویر نہ چھاپ سکیں گے۔لوگ کہتے ہیں جہاز میں صرف جنید تو نہ تھا۔ ہر فرد کسی ماں کا یا کسی کنبے کا جنید ہی تھا۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ انسان ہی کیا کسی بھی جان دار کی زندگی تلف ہونا دردناک ہے۔ مگر یہی دیکھیے، باقی مسافروں کا تعارف بھی آپ نے ”وہ کسی نہ کسی کنبے کے جنید جمشید ہوں گے“ کہہ کے کروایا ہے۔ تو وہ اپنی پہچان رکھتا تھا۔ سو لاکھوں دلوں نے اس کے دکھ کو زیادہ محسوس کیا۔ یہ فطری بات ہے ۔ کئی سال پہلے وہ ایک دن اسی طرح اچانک طلوع ہوا تھا۔ بالکل اسی طرح اچانک غروب ہو گیا۔ سکرین سے اٹھا اور سکرین ہی پر ڈوب گیا۔ مگر اس دوران کی کہانی اس کی اصل کمائی ہے۔ جس دن وہ طلوع ہوا اس کے ہاتھ میں گٹار تھا۔ سر پر بہت بال تھے۔ جس دن غروب ہوا، ہاتھ میں تسبیح تھی اور

سر کے بال کم ہو کے رخساروں پر آ گئے تھے۔ جس دن وہ پہلی بار سامنے آیا، اس کی سنگت میں میوزک بج رہا تھا، نغمہ اس وقت بھی اس کے لبوں پر پاکستان کی محبت کا گونجتا تھا، اب جب گیا ہے تو میوزک غائب ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کے اخلاص بھرے سوزِ دروں نے پر کر دی تھی اور اب کے نغمہ اس ذات کی محبت کا گونج رہا تھا، جس کے نام پر پاکستان بنا اور انسان عظمت سے کھڑا ہے۔ باقی وہ بڑی مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اس قوتِ کار کو اس نے ایمان کے لیے آمادہ اور رام کر لیا تھا۔ افسوس ہمارے میڈیا کے بھائی مغربی رجحان کے آگے ابھی تک بے بس ہیں۔ ورنہ ایک مسلمان معاشرے میں کسی کے رنگ و بو کے عروج کو تیاگ کے آنے کی خبر کوئی چھوٹی خبر نہیں ہوتی۔ یہ انسانی ارادے، کردار اور ایثار کی بھی ایک نادر مثال ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں مگر گویا ایسا کرنے والا ہیرو میڈیا کی لائم لائٹ سے نکل جاتا ہے۔ یوسف یوحنا کو بھی ہمارے میڈیا نے دفن کر دیا۔ وہ کسی مغربی ملک میں ہوتا تو اس پر کتابیں لکھی جاتیں۔ یہی حال "ہم سب امید سے ہیں" کی شہرت یافتہ فنکارہ کا ہوا۔ یہی کچھ میڈیا جنید جمشید کے ساتھ بھی کر جاتا۔ وہ مگر بڑا صاحبِ عزم آدمی تھا۔ بڑی قوت لے کے آیا تھا۔ چنانچہ میڈیا سے دب نہ سکا۔ اس نے اپنی صلاحیت کا رخ موڑا اور عشقِ رسول میں ڈوب کے بڑی سریلی نعت پڑھی۔ اس نے ایسی دل لگا کے حمد پڑھی کہ معلوم ہوا اس حوالے سے مسجد کے سپیکر سے نکلتی روایتی صدا کے علاوہ بھی بڑی گنجائش ہے۔ اسے راہیں بنانا آتی تھیں۔ بہر حال اس نے اپنی آواز اور وقت کو اپنے رسول کے مشن کے لیے وقف کر دیا۔ اس کے عشقِ رسول کی عملی کہانیاں ان کے واقفانِ حال کل روتے اور سسکتے ہوئے سنا رہے تھے۔ ان کے ساتھی اینکر وسیم بادامی کہہ رہے تھے سخت معاصر مخالفوں کو معاف کر دینے کے لیے اپنی نجی محفل میں وہ مجھے یہ کہہ کر قائل کرتے کہ سوچو، وسیم اگر ہم مخالف کی گالی کے جواب میں حسنِ اخلاق برتتے رہیں اور وہ اگر ہم سے قائل ہو جائے تو کل حشر میں ہمارے رسول کتنے خوش ہوں گے۔ اب اس کی سوچ کا یہی مرکز تھا کہ رسول کیا کہیں گے۔ چنانچہ اس نے جینز کو شلوار قمیص سے اور مغربی اسلوبِ حیات کو محمدی ڈھب میں رنگ لیا۔ وہ زاہد خشک کبھی نہ بنا۔ اس نے پرانے دوستوں سے رابطے استوار رکھے۔ گلوکار جواد احمد کہہ رہے تھے کہ وہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی بعد میں بھی رہے۔ ہاں جب بھی موقع ملتا ہمیں سمجھانے لگتے۔ محبت اور وارفتگی میں کبھی اس کے لفظ ادھر ادھر بھی ہو جاتے تھے۔ اس کا زیادہ قصور اس میں نہ تھا کہ وہ ایک پوری بات کہنے کا عادی تھا، مگر پورا علم ظاہر ہے اسے حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ مگر جذبہ اس میں دگنا تھا۔ چنانچہ گاہ اس کی زبان پھسل جاتی۔ بدنیتی مگر اس کی نہ ہوتی تھی، اس کے مخالفین کی ہوتی تھی۔ نبی کا عملی امتی بن جانے پر نبی کے بعض روایتی امتیوں نے اسے وہ سب کچھ کہا جس سے اس کا دل دُکھا، اس کی تجارت کو، اس کی عبادت کو اور کبھی اس کے کرتے کو ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ کبھی ہنس کے اور کبھی آنسو بہا کے وہ مگر ڈٹا رہا۔ ایک

اینکر نے پوچھا کبھی پرانی زندگی چھوڑنے پر افسوس ہوا۔ ایک لمحہ سوچے بغیر جنید نے پوری قوت سے کہا کبھی نہیں۔ اس نے موجودہ زندگی کو پرانی زندگی سے ناقابلِ موازنہ قرار دیا۔ جو آدمی ایک خاص طرح کے ماحول میں جنا اور جیا۔ اگر وہ اسی میں جی لیتا ہے تو یہ بھی کمال سمجھنا چاہیے مگر دولت، شہرت اور مادی عظمت کے جس آسمان پر وہ جی رہا تھا، اسے قلندرانہ جھٹک کے چلے آنا ایک غیر معمولی اور قوتِ ایمان سے متصف آدمی ہی کا کام ہے۔ مگر اسے اس کی بھی سزا دی گئی۔ دراصل ہمارے ہاں کوئی بھی شخص جب تک دینداروں سے دور رہتا ہے ہمارے دینی ریڈار اس کی لہریں محسوس ہی نہیں کرتے۔ جب وہ قریب آجاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کن کی مسجد میں گیا؟ پھر اس مسلک کے سوا باقی سب اسے سینگوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ چنانچہ آج اسے وہ لوگ بھی گالیاں دے رہے ہیں جنھوں نے دین کے لیے جنید جتنی قربانی دینے کا کبھی سوچا بھی نہیں۔ اس کے ایمان کا فیصلہ وہ لوگ کر رہے ہیں جنھیں شاید اسوہ رسول کی صحیح خبر بھی نہیں۔ لوگ اس کے بارے میں یوں بات کرتے ہیں، جیسے اللہ نے اپنا سارا نظامِ حساب انھی کے ہاتھوں دے دیا ہو۔ یا کم از کم انھیں اپنے حوالے سے کوئی خدائی کلیئرنس سرٹیفکیٹ مل گیا ہو۔ یا خدا نے اعلان کر دیا ہو کہ اب وہ قطعی رحیم اور غفار نہیں رہا۔ درست فرمایا منفرد کالم نگار عامر ہاشم خاکوانی صاحب نے کہ ایسے بے ضمیر اور بے حس لوگوں کی ذہنی ابکائی کو بے اعتنائی کی ریت تلے دبا دینا ہی ان کا موثر ترین جواب ہے۔ بہر حال ہمیں خود کو خدا ہونے سے روکنا چاہیے۔

میں جب بھی فضا میں جلتے ہوئے جہاز میں راکھ ہوتے زندہ انسانوں کے جسموں کی بو، چیخوں کے آہنگ میں نکلتے ان کے کلمہ طیبہ کے ورد اور بے بسی کے گہرے کنویں میں گرتے ان کے وجودوں کا تصور کرتا ہوں تو میری ہڈیوں کا گودا بھی کانپ اٹھتا ہے۔ پھر مجھے یاد آتا ہے کہ ہمارے شفیق پیغمبر نے آگ میں جل کے رب کے ہاں پہنچنے والے مسلمانوں کو شہادت کی خوشخبری سنائی ہے۔ چنانچہ بطور انسان اور بطور مسلمان ہمیں اپنے ان بھائیوں کی موت کے بارے شہادت ہی کی امید ہے۔ اللہ ان کے لواحقین کو صبر دے اور اللہ تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ جنید جمشید کی زندگی اور موت دونوں ہی بہر حال قابلِ رشک ہے۔

جنید جمشید کی شہادت پر بھارتی شاعر ثمریاب ثمر سہارنپوری کی خوبصورت نظم

نسیم مشکبار بھی کیوں آج سوگوار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
نسیم صبح کہہ گئی دلوں پہ برق پڑ گئی
چراغ تھا جو بجھ گیا وہ انجمن اجڑ گئی
وہ مہوشوں کی ٹولیاں وہ بزم جاں بچھڑ گئی
فسردہ نظم ہی نہیں غزل بھی بے قرار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
یہاں چمن میں بلبلیں تڑپ رہی ہیں دیکھ لو
ہیں تتلیاں بھی دم بخود بجھی کلی ہیں دیکھ لو
غموں سے چورچور قطرے شبنمی بھی دیکھ لو
کلیجہ غم سے پھٹ گیا یہ دل بھی اب فگار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
وہ شفقتیں عنایتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ انکی نیک صحبتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ خصلتیں وہ عادتیں ہمیں رلا رہی ہیں اب
وہ فخر گل نہیں رہا نہ رونق بہار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے

ہر ایک سمت پیار کے دیئے جلا کے چل دیا
وہ نفرتوں کی آندھیوں کا شر مٹا کے چل دیا
محبتوں کی امن کی ہوا چلا کے چل دیا
نہ اب کوئی انیس ہے نہ کوئی غمگسار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
ہمیں سخنوری کے وہ اصول سب بتا گیا
وہ سادگی کے فلسفے میں محنتیں سکھا گیا
وہ بدؤں کو اہل فن زبان داں بنا گیا
ہیں اہل فن بھی سر نگوں قلم بھی اب نزار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
جو کر رہا تھا آئینوں کو معتبر کہاں گیا
یہ تاج جس کے سر پہ تھا وہ نامور کہاں گیا
جسے میں ڈھونڈتا ہوں اب وہ شیشہ گر کہاں گیا
وہ اہل دل نہیں رہا نہ زینت دیار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
وہ بزمِ جاں کی جان تھا وہ انجمن پذیر تھا
وہ کاروانِ زندگی کا گویا اک امیر تھا

زباں کو دلکشی ملی سخن کو زندگی ملی
مگر نہ رنگ و نو ر اب نہ کوئی گل بہار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
ہمیں اکیلے چھوڑ کر کہاں چلے جنید اب
سجا کے انجمن یہاں وہاں چلے جنید اب
سکوتِ بیخودی میں ہو بتاؤ کچھ جنید اب
حسیں لب کھلیں گے کب ہمیں بھی انتظار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
نہیں سکت ہے ضبط کی ظروف غم نچوڑ دوں
ہجوم غم سے مضطرب ہوں میکدہ بھی چھوڑ دوں
تمام شیشۂ و سبو یہیں پہ آج توڑ دوں
کہ اب وہ جام جم نہیں نہ کوئی ظرف دار ہے

یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
ثمر مری دعا ہے یہ کہ قبر میں قرار ہو
جہاں چلے گئے ہیں وہ حضور کا جوار ہو
خدا کی رحمتیں ہوں واں کہ جنتی بہار ہو
لو خلد میں ملیں گے پھر ہمیں یہ اعتبار ہے
یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشکبار ہے
وہ مدح خوانِ مصطفی کبھی نظر نہ آئے گا
وہاں گیا ہے لوٹ کر کبھی وہ پھر نہ آئے گا
شہید دینِ مصطفی سلام ہو سلام ہو
اے نازِ دین مصطفی سلام ہو سلام ہو
کنیزِ مصطفی پہ بھی سلام ہو سلام ہو
اے جنتی مسافرو سلام ہو سلام ہو

میں کیسے بدلا؟

(جنید جمشید کی کہانی، جنید جمشید کی زبانی)

"پتہ نہیں کیوں میرے دل میں آتی ہے کہ آج میں آپ لوگوں کو اپنی کارگزاری سناؤں کہ اللہ نے موسیقی سے اس طرف لانے کا انتظام کیسے کیا۔ آپ یقین کریں گے کہ یہی دن تھے۔ بالکل جولائی کی شدید گرمیاں تھیں۔ پنجاب میں تو یہ موسم قدرے بہتر ہو جاتا ہے۔ کراچی میں جولائی میں حبس بڑھ جاتا ہے اور بہت بڑھ جاتا ہے۔ یہ یہی جولائی کے دن تھے۔ میں گاڑی میں بیٹھا تھا۔ شیشہ چڑھا ہوا تھا اور میں جا رہا تھا کہ میں نے بائیں طرف سے جماعت کو گزرتے ہوئے دیکھا۔

مجھے پتہ تھا کہ یہ کچھ ایسی کوئی جماعت ہے جو لوگوں کو مسجد کی طرف لے جاتی ہے اور تنگ ونگ کرتی ہے۔ لوگوں کو گھروں سے نکال دیتی ہے۔ تو لوگ اس جماعت سے بھاگتے پھرتے ہیں۔ تو میں کچھ ایسا سا ہوا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دیکھو تم تو آرام سے گاڑی میں بیٹھے ہو اور یہ دیکھو یہ بے چارے لوگ اللہ کی طرف بلا رہے ہیں اور ان کے کپڑے پسینے میں بالکل بھیگے ہوئے تھے۔ تو تم ان کے بارے میں غلط سوچ رہے ہو تو ایسا نہ ہو کہ آگے جا کر تمھاری گاڑی کہیں لگ جائے۔ اپنی گاڑی کو بچانے کے چکر میں میں نے یو ٹرن لیا اور واپس لا کر ان کے قریب گاڑی روک دی۔ پھر میں گاڑی سے اترا اور جو جماعت کے بزرگ تھے ان سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ میرے لیے بھی دعا کریں۔ ایسے ہی کہ دیا میں نے۔ تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ میں آپ کے لیے ضرور دعا کروں گا۔

اب مجھے کیا پتہ کہ گشت پر نکلا ہوا ہو کوئی اور وہ دعا کرے تو اللہ قبول نہ کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس اللہ کے ولی نے میرے لیے دعا کر دی ہو۔ اب آپ لوگ اللہ کا نظام دیکھیں میری بہنو اور بھائیو! اس جماعت میں جو لڑکے تھے ان میں سے ایک نے اپنی مسجد میں جا کر بتایا کہ تمھیں پتہ ہے آج ہمیں روکا کس نے؟ وہ سنگر نہیں ہے جنید جمشید اس نے آج گشت کے دوران ہمیں روک لیا اور کہا کہ ہمارے لیے دعا کرنا۔ جس مسجد

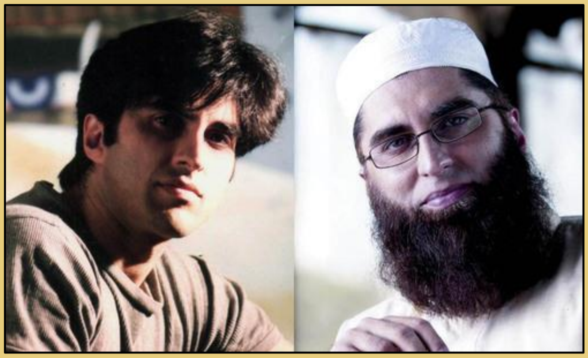

میں اس نے بات کہی اس میں ایک نمازی تھا جو تبلیغ میں لگ چکا تھا وہ سولہ سال پہلے میرے ساتھ سکول پڑھتا تھا۔ اللہ کا نظام دیکھیں۔ اب میرے اس دوست نے مجھے ڈھونڈنا شروع کیا اور اس واقعے کے تقریباً ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد اس نے مجھے ڈھونڈ لیا۔

اور ایک دن جی میرے گھر فون آتا ہے۔ "جنید مجھے پہچانا؟" آپ یقین کریں کہ میں سولہ سال بعد اس کی آواز سن رہا تھا لیکن میں پہچان گیا۔ میں نے کہا۔ "جنید بول رہے ہو؟" ہنسنے لگا۔ کہنے لگا تو نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے کہا۔ "تو اتنا شرارتی لڑکا تھا کلاس میں اور ہمارے نام بھی ایک جیسے تھے تو میں بھی بدنام رہتا تھا۔" ہنسنے لگا۔

"میں نے تیرے سے ملنا ہے۔"

میں نے کہا۔ "کیوں؟"

کہنے لگا۔ "بس ایسے ہی۔ وجہ کوئی نہیں ہے۔"

اچھا ہماری زندگی ایسی تھی کہ ہمارا دل ملنے کو کسی سے نہیں کرتا تھا۔ ہم نے مینجر رکھے ہوئے تھے جو لوگوں سے ڈیل کرتے تھے۔ ہم تک لوگوں کو پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ آپ حیران ہوں گے اگر میں آپ کو بتاؤں ۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ ہمارے اپنے گھر والوں کو ہماری زندگی میں کردار کم ہوتا تھا ان مینجرز کا زیادہ ہوتا تھا۔ آپ نے گھر کب جانا ہے۔ بچوں سے کب ملنا ہے۔ یہ تک ان مینجروں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ تو اب کوئی مجھ فون کرے کہ میں نے تم سے ملنا ہے تو میں ایسے ہی تھوڑی اس سے مل لیتا۔ اب پتہ نہیں کون ہے کیا میرا وقت ضائع کرے گا۔ میں نے جنید غنی سے کہا کہ ان شاء اللہ اللہ نے موقع دیا تو مل لیں گے۔ اور کڑک! میں نے فون بند کر دیا۔ ہمیں تو عادت تھی فون بند کرنے کی۔

اگلے دن پھر فون آ گیا۔ کیا بات ہے۔ ملنا ہے۔ کیا وجہ ہے۔ وجہ کوئی نہیں بس ایسے ہی مل لیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ یار وقت نہیں ہے۔ فون پر بتا دو۔ نہیں فون پر کام کوئی نہیں۔ کڑک فون بند۔ ایک دفعہ ہوا دو دفعہ ہوا۔ اب اس کا میں ہیلو سنتا تھا فون بند کر دیتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک دو مہینے تک چلتا رہا یہاں تک کہ جنید غنی کو میرے گھر کے نوکروں کے نام یاد ہو گئے۔ اس کو سب پتہ ہوتا تھا میں کب پاکستان میں ہوں کب نہیں ہوں۔

ایک دن جب اس کا فون آیا تو جب میں رکھنے لگا تو کہنے لگا۔

"دیکھ! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، میری ایک منٹ کی بات سن لے۔"

میں نے کہا۔ "بولو۔"

"میں ابھی عمرہ کر کے آیا ہوں۔ اور مدینے کی کھجوریں، زم زم لے کر آیا ہوں۔ یہ لے لے میرے سے۔ پھر اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "کتنی دیر کے لیے آؤ گے تم؟"

"پانچ منٹ کے لیے!"

میں نے کہا۔ "ہاں! پانچ منٹ۔ جنید غنی یاد رکھنا۔ پانچ منٹ۔"

دوپہر کو مجھے یاد ہے ساڑھے تین بجے پلاننگ ہوئی۔ جنید غنی

صاحب آئے۔ میں نے جب اسے دیکھا تو میرا تو دماغ ہی چکرا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ سفید لباس، سر پر پگڑی، اتنی بڑی ڈاڑھی۔ واسکٹ پہنی ہوئی اس نے۔ پائنچے اس کے اوپر۔ میں نے کہا۔

"جنید غنی! یہ تجھے کیا ہو گیا؟"

کہتا ہے۔"مجھے کیا ہو گیا؟"

میں نے کہا۔ تو اتنا بڑا شیطان اور اب یہ بزرگ بنا ہوا ہے۔ بیٹھو میرے پاس۔"

وہ آیا میرے پاس بیٹھا۔ اس نے مجھے کھجوریں دیں۔ زم زم دیا۔ جائے نماز دی۔ اور پورے پانچ منٹ کے بعد کہا کہ اب میرے پانچ منٹ پورے ہوئے۔ اب میں چلتا ہوں۔

میں نے کہا۔"نہیں! اب بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟"

کہنے لگا۔"چل چھوڑ اس کو۔ سکول کی بات کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔"چھوڑ سکول کو۔ یہ بتاؤ یہ کیا ہے۔ کن لوگوں نے تمھارا حال کیا ہے یہ؟"

کہنے لگا۔"مل لو ان سے۔"

میں نے کہا۔"ہاں! میں نے ان سے ملنا ہے۔"

کہنے لگا۔"کل سے ہمارا اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ تم چلو میرے ساتھ۔"

میں نے کہا میں چلوں گا۔ وہ کہنے لگا۔

"کل تمھیں صبح پانچ بجے پک کرنے آؤں گا۔"

آپ یقین کریں وہ پانچ منٹ کے لیے ملنے آیا تھا میں نے اس کو ساڑھے تین گھنٹے بٹھا کر رکھا۔ میں اس سے باتیں سنتا رہا جنید غنی پھر کیا ہوا۔۔ پھر کیا ہوا۔ آخر میں میں نے کہا میں تمھارے ساتھ اجتماع پر چلوں گا۔

لیں جی! میں تیار ہو گیا۔ میں نے اپنی نئی صاف ستھری جینز نکالی۔ میں نے ٹی شرٹ نکالی۔ لمبے لمبے میرے بال تھے۔ میں اپنے خیال سے بہترین طریقے سے تیار ہو گیا۔ اب جو میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ہر آدمی شلوار قمیص میں۔ سر پر ٹوپی۔ میں نے جنید غنی سے کہا۔

"سن! یہ مجھے کوئی مار وار تو نہیں دے گا ادھر؟ میرا کوئی قتل تو نہیں ہو جائے گا ادھر؟"

کہتا ہے۔"نہیں ہم لوگ مارنے والی پارٹی نہیں کھلانے والی پارٹی ہیں۔"

میں نے کہا اچھا لے جاؤ مجھے اندر پھر۔ اب جو میں اندر جانا شروع ہوا تو اجتماع گاہ میں لوگ میرے پیچھے اکھٹے ہونا شروع ہو گئے۔ پیچھے سے آوازیں آنے لگیں۔

"ارے یار یہ تو جنید جمشید ہے ناں!"

"یہ ادھر کیا کر رہا ہے؟"

(مسکراتے ہوئے) تو مجھے یہ بات ہلکی سی بری بھی لگی کہ کیا مطلب تم بہت بڑے مسلمان ہو۔ میں یہاں نہیں آسکتا کیا! خیر میں اندر جا کر بیٹھا تو میں نے دیکھا ایک مجمع سا پہنچ گیا ملنے کے لیے۔ دیکھنے کے لیے۔ جنید غنی نے مجھے بٹھایا کہ تم ادھر ہی بیٹھو۔ میں ابھی ایک صاحب کو لے کر آتا ہوں۔ وہ مجھے بٹھا کر چلا گیا۔ اتنی دیر میں ایک نوجوان لڑکا اٹھارہ انیس سال کا راستہ توڑ

بیچ میں سے، میرے پاس آگیا اور کہنے لگا۔

"جنید بھائی! نماز پڑھتے ہیں آپ؟"

تو میں اس کو ایسے دیکھنا شروع ہو گیا۔ میں نے سوچا کیا جواب دوں اس کو۔ ہاں بولوں کہ نہیں بولوں۔ سچ بولوں کہ جھوٹ۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ لیکن اندر ہی اندر ناں مجھے غصہ آنا شروع ہو گیا کہ اب یہاں یہ ہو گا۔ اگلا پوچھے گا آپ قرآن پڑھتے ہیں کہ نہیں۔ میری کیا یہاں پر اب Character assassination ہو گی؟ کیا میں اپنی کردار کشی کروانے آیا ہوں میں یہاں پر؟ تو میں نے جو لڑکا میرے ساتھ بیٹھا تھا اس کو کہا کہ جنید غنی سے بولو میں جا رہا ہوں۔ وہ مجھے غلط جگہ لے آیا ہے۔ وہ بھاگا بھاگا گیا اس کے پیچھے اور اس کو لے آیا۔

جنید غنی نے کہا۔ "کیا ہو گیا ہے یار؟"

میں نے کہا کچھ نہیں۔

تو لوگ کہنے لگے کہ ابھی ایک لڑکے نے آکر پوچھا تھا ان سے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ تو جنید غنی نے کہا کہ تم نے اس لڑکے کو آنے کیوں دیا۔ اتنا غصہ ہوا وہ۔ میں نے اسے ٹھنڈا کیا اور کہا۔

" تو کیوں ناراض ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے بات تو ٹھیک کی ہے ناں۔ نماز تو مجھے پڑھنی چاہیے۔"

تو جنید غنی نے جو جملہ بولا تھا وہ مجھے آج تک یاد ہے۔ اس نے کہا۔

"جنید! ہم "کیوں" نہیں پوچھتے۔ ہم تو ترغیب دیتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ اسے یہ نیکی کرنے کی توفیق دے۔ یہ جملہ آج بھی مجھے یاد ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی توفیق دیں کہ ہم کسی سے یہ نہ پوچھیں کہ تو یہ نے کام کیوں نہیں کیا۔ بلکہ اسے نیکی کی ترغیب دیں اور پھر رات کو اللہ سے دعا کریں کہ یا اللہ اسے نیک کام کی توفیق دے۔

پھر جنید غنی نے ایک صاحب کو بلایا۔ ان کا نام تھا ڈاکٹر بلند اقبال۔ ابھی جب پچھلے رمضان میں میں "شان رمضان" کر رہا تھا ناں تو ڈاکٹر اقبال صاحب بڑے عرصے کے بعد مجھ سے ملنے آئے۔ ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے ان کو یاد کرایا وہ واقعہ جو میں آپ کو سنانے لگا ہوں۔

تو ڈاکٹر بلند اقبال صاحب میرے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ اب تبلیغ والوں کا میں آپ کو بتاؤں کہ سامنے والے کو جانتے نہیں ہیں لیکن انہیں اللہ کی دعوت تو دینی ہے۔ تو پہلے اس سے پوچھتے ہیں کہ آپ کیسے ہیں کیا اسم گرامی ہے۔ اچھا ماشاء اللہ۔ بڑا اچھا کیا آپ آئے۔ پھر باتوں باتوں میں پوچھتے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ تو میرے سے بھی ڈاکٹر اقبال نے پوچھ لیا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ میں چپ کر گیا۔ اب میں ان کی شکل دیکھوں اور سوچوں

کہ اب تک جو مار نہیں پڑی وہ اب پڑے گی۔ اب جو میں نے بتایاناں کہ میں کیا کرتا ہوں۔۔۔تو میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھ کر جنید غنی نے اُن سے کہا۔

”ارے ڈاکٹر صاحب! آپ اس کو نہیں پہنچانتے؟ یہ وہ ہے ناں جس نے دل دل پاکستان گایا ہے۔“

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں۔”ارے واہ واہ! مسلمان کی تو شان ہی یہی ہے۔ جس کام کو کرتا ہے آگے بڑھ جاتا ہے۔“

میں نے کہا یہ آدمی ٹھیک آدمی ہے۔(ہنستے ہوئے) یہ بالکل ٹھیک آدمی ہے۔ اس سے کرو دوستی۔ بعد میں ناں میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ یہ اتنا خوبصورت جواب آپ کہاں سے لائے۔ تو وہ کہنے لگے۔

”یار! میں نہ تجھے جانتا تھا۔ نہ مجھے دل دل پاکستان کا پتہ۔ تو جب جنید غنی نے بولاناں کہ اس نے دل دل پاکستان گایا ہے تو میں نے کہا واہ واہ واہ! اور دل میں دعا کر رہا تھا کہ یااللہ جلدی سے دل میں صحیح جواب ڈال۔ تو میں نے فٹ یہ جملہ کہہ دیا۔“

اب میں پورا دن ڈاکٹر اقبال صاحب کے ساتھ ساتھ پھر تا رہا۔

جب دن کا آخر آیا تو جنید غنی کہنے لگا۔

” چل میں تجھے گھر چھوڑ دوں۔“

میں نے کہا۔” یہ بستر کیا ہیں جو جگہ جگہ لگے ہوئے ہیں۔“

کہنے لگا۔” یہ لوگ رات کو کہاں سوئیں گے۔“

میں نے کہا۔”یہ جو بزرگ حضرات ہیں، یہ؟“

کہنے لگا۔”یہ بھی ادھر ہی سوئیں گے۔“

میں نے کہا۔”میں تو ان سے زیادہ فٹ آدمی ہوں۔ اگر یہ بوڑھے لوگ یہاں سو سکتے ہیں تو میں بھی سو سکتا ہوں۔“

کہنے لگا۔”تیرا بھی بستر لگا دیتے ہیں۔“

میں بھی سو گیا ادھر ہی رات کو۔ شاید زندگی میں پہلی دفعہ تہجد کی نماز پڑھی۔ ایک دن گزرا۔ دوسرا دن گزرا۔ تیسرے دن مولانا طارق جمیل صاحب کا بیان تھا۔ اب مجھے تو نہیں پتہ تھا یہ کون ہیں۔ جب انہوں نے بیان کیا تو میں نے جنید غنی سے کہا۔”یار! سب بہت اچھے اچھے بزرگ تھے، یہ کون آدمی ہیں؟“

کہنے لگا۔”یہ مولانا طارق جمیل ہیں۔“

میں نے کہا۔”میں نے ان سے ملنا ہے۔“

کہنے لگا۔”نہیں بھئی ان سے کوئی نہیں مل سکتا۔“

میں نے کہا۔”میرے بھائی! میں اس ملک سے صدر سے بھی مل سکتا ہوں اور وزیر اعظم سے بھی مل سکتا ہوں۔ یہ مولوی سے ملنا کیا مشکل ہے۔“

خیر جی ہم پورے مجمع میں سے نکلے اور کرتے کرتے وہ پیچھے حضرات کے خیمے لگے ہوئے تھے وہاں پہنچ گئے۔ اور نگی کراچی میں ہوا تھا یہ اجتماع اور میں بات کر رہا ہوں 1997 ستمبر کی۔ 3 تاریخ تھی مجھے ابھی تک یاد ہے میری سالگرہ تھی۔ خیر! جب میں وہاں پر پہنچا تو ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا مولوی صاحب کے کمرے کے باہر۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ کہنے لگا

”جنید بھائی! آپ ادھر کیا کر رہے ہیں۔“

(بقیہ صفحہ پر)

جنید جمشید شہید رحمہ اللہ کی شہادت پر

علماء کرام و دیگر کے تاثرات

مرتب کردہ: فاطمہ سعید

معروف مذہبی ویب سائٹ درس قرآن ڈاٹ کام کے تحت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ ملتان، مولانا زبیر احمد صدیقی، مفتی احمد افنان، مولانا انس یونس، مفتی زکریا اقبال، اور ایکس ایکٹر علی افضل، ایاز خان، انور اقبال اور دیگر حضرات نے تعزیت فرمائی۔

مولانا زبیر احمد صدیقی:

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ ملتان کے مولانا زبیر احمد صدیقی نے تعزیت کرتے ہوئے درس قرآن ڈاٹ کام کے ناظرین سے کہا پورا پاکستان بالخصوص درس قرآن کے تمام اراکین اور ممبر غمگین و شکستہ خاطر ہیں۔اس لئے کہ پاکستان کے محبوب، محب الوطن، وفادار، عاشق رسول معروف مبلغ دین و دنیا اسلام کے چمکتے دمکتے ستارے ہمارے بھائی جنید جمشید شہید ہوگئے۔ ہم سب کو اس دنیا سے جانا ہے لیکن اگر خاتمہ کلمہ پر ہو تو جنت میں چلے جانا ہے۔ ہمارے بھائی نے زندگی بھر کلمہ کی محنت کرتے رہے زندگی بھر حضور ﷺ کے طریقوں پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ حق تعالی نے انہیں حسن خاتمہ نصیب فرمایا۔

مفتی احمد افنان:

مفتی احمد افنان نے درس قرآن ڈاٹ کام سے اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہم سب کو ایک بڑا سانحہ در پیش ہے۔ بلاشبہ بھائی جنید جمشید کی زندگی اور شہادت کے ساتھ تاریخ کا ایک پورا باب ختم ہوا۔ جن کی ابتدائی زندگی لوگوں کو دین سے دور کرنے میں گزری پھر اللہ نے ان کو ہدایت کا چراغ بنایا۔ جنید جمشید کی آواز واحد تھی جو سب سے زیادہ اردو اناشید میں گونجتی تھی۔ اللہ نے انکو اتنا بلند مقام دیا کہ دنیا کے 5000 مشہور شخصیات میں انکا نام تھا۔

مفتی محمد نعیم:

جامعہ بنوریہ العالمیہ کے مہتمم مفتی محمد نعیم نے کہا ہے کہ جنید جمشید کی زندگی کو دیکھ کر یورپ اور امریکہ کے ہزاروں نوجوان دین کی طرف لوٹ آئے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو

حافظ قرآن بنایا اور مجھے کہتے تھے کہ اپنے بچوں کو عالم اور مفتی بناؤں گا۔

جنید جمشید نے جب جوانی میں ہی مذہبی رجحان اپنایا تو ابتدا میں ان کو مشکلات پیش آئیں لیکن الحمدللہ وہ استقامت کے ساتھ لگے رہے۔ اللہ نے اس کا یہ انعام دیا کہ پوری دنیا نے ان کی عزت کی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں ہزاروں نوجوان جنید جمشید کی زندگی کو دیکھ کر اپنی زندگی کو دین پر لے آئے۔ ایک دفعہ جنید جمشید ہمارے مدرسے میں آئے اور میں نے کھانے کا پوچھا تو کہنے لگے کہ وہی کھانا کھاؤں گا جو طلبہ کھاتے ہیں اور پھر وہیں طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اللہ نے انہیں اپنے راستے کی موت دی جو شہادت ہے۔ جنید جمشید حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہی ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اپنے خاندان کے کئی بچے ایسے تھے جن کی تعلیم کے اخراجات برداشت کرتے تھے، کئی سو خاندان ایسے تھے جن کے گھروں میں راشن ڈلواتے تھے۔

مفتی نعیم کا کہنا تھا کہ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ جنید بھائی آپ کو کبھی دین کی طرف رجعت کا افسوس تو نہیں ہوا تو کہنے لگے کہ میں نے سوچ سمجھ کر مذہب کی طرف میلان کیا ہے اور کبھی بھی گلوکاری کی دنیا چھوڑنے کا افسوس نہیں ہوا۔

مولانا انس یونس:

درس قرآن ڈاٹ کام سے معروف نعت خواں، مولانا انس یونس صاحب اپنا دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بھائی بہت ہی محترم جنید کے بارے میں پہلا جملہ یہی کہوں گا کہ عاش سعیدا ومات شهيدا۔ ہم دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمیں سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب ہو۔ جنید بھائی اسکے مصداق بن گئے۔ 12 ربیع الاول کو ARY میں ہمیں اکھٹے آنا تھا لیکن جو اللہ کو منظور۔

مفتی زکریا اقبال:

مفتی زکریا اقبال نے درس قرآن ڈاٹ کام سے فرمایا کہ بھائی جنید خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگی بامقصد بنائی۔ ہمیں چاہیے کہ ان کے مشن کو سامنے رکھیں جس مشن میں انھوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

سابق اداکار علی افضل:

درس قرآن ڈاٹ کام سے تعزیتی الفاظ میں سابق اداکار علی افضل نے کہا آج بہت غم سے کہنا پڑ رہا ہے کہ جنید ہم میں نہیں ہے۔ it's a great loss یہ قوم کا نقصان نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا نقصان ہے۔ جنید نے پوری دنیا میں سفر کیا۔ آخر اللہ نے ان کو شہادت سے سرخرو کیا۔ انکی نسبت

اللہ کے راستے کی ہوئی۔

میرا تعلق بڑا گہرا اس لئے تھا کہ پہلی بار دین کے لے جنید بھائی کے ساتھ نکلا۔ انکو امت کا درد تھا کہ کیسے ہم سب اختلافات بھلا کر ایک ہو جائیں۔ یہ بہت بڑی کاوش تھی ان کی۔ جو کچھ وہ کر سکے انہوں نے کیا۔

سابق اداکار ایاز خان:

ایاز خان نے درس قرآن ڈاٹ کام کے ذریعہ کہا کہ جنید بھائی ہمارے لئے بہت بڑی روشنی تھی جو پھیلی ہوئی تھی۔ کیونکہ ہم لوگ ساری دنیا کی کامیابی دیکھتے ہیں لیکن اصل کامیابی وہ ہے کہ اللہ کے سامنے سرخرو ہوا جائے۔ درس قرآن کے ذریعہ میں سب کو یہ کہوں گا کہ ان کی تقلید کریں۔

سابق اداکار انور اقبال:

درس قرآن ڈاٹ کام پر دکھ کا اظہار کیا کرتے ہوئے سابق اداکار انور اقبال نے کہا کہ جنید جمشید بھائی پیکر حسن اخلاق، محب وطن، وفادار تھے۔ ہم نے کبھی انکی زبان سے کسی کی برائی نہیں سنی خواہ کوئی کسی بھی مسلک، کسی دین کا ہو سب سے یکساں سلوک کیا۔ جنید جمشید کا غم برداشت نہیں ہو رہا ہم سے لیکن ہمیں اپنے رب کی رضا میں راضی ہونا ہے۔ وہ سریلی نغمگین آواز جو گزشتہ دس برس سے پورے دنیا کے مسلمانوں کو یکساں طور پر محبت الٰھی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سناتی تھی خاموش ہو گئی۔ اللہ ہم سب کو بالخصوص انکے غم خوار اہلخانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جنید جمشید صاحب سمیت تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب کرے۔ آمین

شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بڑا مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (سورہ النساء۔69)

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

شہداء زندہ ہیں:

اللہ تعالی کا فرمان ہے :

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ البقرہ ۔ 154)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے :

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل

عمران۔169-171)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالی ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔ (مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک۔ صحیح علی شرط مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (الطبرانی۔ مجموعہ الزوائد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلا (الاحزاب 23)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا

اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب [مسلمان] ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالی سے ملاقات ہوئی اور اپنے [شہداء] ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالی نے فرمایا میں تمھارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالی نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ آیات سنائیں ولا تحسبن سے آخر تک۔ (اخرجہ المنذری فی تفسیرہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالی نے

جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمھارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمھارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمھارے والد نے کہا اے میرے پرورد گار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ

حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہوں ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

(مؤطاامام مالک رحمہ اللہ۔ سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا اردہ فرمایا تو
اپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ
جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ
تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر
کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا ۔ (کتاب الجہاد لابن
المبارک)

عبدالصمد بن علی رحمہ اللہ [جو بنو عباس کے خاندان میں سے
ہیں] کہتے ہیں کہ میں اپنے [رشتے کے] چچا حضرت حمزہ رضی
اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر
دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور
ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذ خر [گھاس] تھی۔
میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پتیل کی ہانڈی کی طرح
[چمک رہا] تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر
انہیں دفنا دیا۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل
ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا
جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا
کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ
تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم [اور مقام] دیکھنے کی وجہ سے
کریگا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا
شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔ ایک روایت
میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض
کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب
میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو
میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا دو تو لوگوں
نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز

سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک
فرشتوں نے ان پر [یعنی شہید پر] اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا
ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔111)

بے شک اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان
کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا
ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد۔4۔5۔6)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ کے ان کے
اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالی ان کو مقصود تک
پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا جس کی ان کو پہچان
کرادے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لیے خوشبو سے مہکا دی گئی
ہے)۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں
نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر
چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت
اعلی تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان
دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے
اللہ تعالی کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے
قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے
جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا
جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4
) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا
جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا

ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔(6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے(7)اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔(مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں[یعنی حوریں]اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔(ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:شہید کو مرتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔

(ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ۔ابن حبان۔بیہقی)

ہزاروں آنکھیں بگھو گیا ہے!

صدف عبدالقیوم

کچھ لوگ ہماری زندگی میں اتنے اہم ہوتے ہیں جن کے بغیر رہنا دشوار لگتا ہے۔ وہ جتنے بظاہر خوبصورت ہوتے ہیں اس سے زیادہ انکا باطن خوبصورت ہوتا ہے۔ جن کی زندگی سب کے لئے ایک مثال ہوتی ہے۔ اور موت قابل رشک جو مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے امر ہو جاتے ہیں۔ ان کی یادیں خوشبو بن کر ہمارے ارد گرد انکے پاس ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔ آج میں اپنے جذبات قاریات سے جن کے لئے بیان کر رہی ہوں وہ ہیں محترم جنید جمشید شہید رحمہ اللہ جنھیں ہر دلعزیز شخصیت کے نام سے آج جانا جاتا ہے۔

قلم سے رشتہ تو بہت پرانا ہے۔ وقتاً فوقتاً ڈائری میں لکھتی رہتی ہوں مگر کسی رسالے کے لیے ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن حقیقتاً جنید جمشید کی اچانک موت نے مجھے جھنجھوڑ ڈالا۔ 7 دسمبر 2016 عصر کے وقت گھر کی صفائی کرتے ہوئے دل کی دھڑکن بہت تیز ہوگئی۔ سوچنے لگی مغرب کے بعد سورہ رحمن کی تلاوت کرونگی تاکہ سکون مل جائے لیکن یہ کیا؟ مغرب کے وقت موبائل پر پیغام آیا۔ "جنید بھائی چترال گئے ہوئے تھے تبلیغ کے سلسلے میں واپسی میں طیارہ حویلیاں کے قریب حادثے کا شکار ہو گیا۔"

کیا یہ خبر سچ ہے؟ کچھ پل کے لئے تو دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا پھر جب تصدیق ہوگئی تب کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت دل مضطر کو سمجھانا ہی پڑا کہ جنید بھائی ہم سب کو روتا چھوڑ کر اپنے اصلی گھر چلے گئے۔

جنید جمشید صاحب کی زندگی ایک مثال ہے شوبز کی دنیا سے دعوت کے راستے تک کا سفر یہ ایک طویل قصہ ہے کہ وہ کس طرح گلیمر کی دنیا چھوڑ کر چٹائی پر آگئے ان پر بہت آزمائش آئی مگر وہ آخر کار اپنے رب کے حضور سرخرو ہو گئے۔

ان کے دوستوں، عزیز و اقارب یہاں تک کہ عام شخص سے لیکر مشہور شخصیات اینکر، سوشل میڈیا، نامور علماء کرام سے انکی جو تعریف سنی ان میں سب سے نمایاں خصوصیت ان کا "حسن اخلاق" تھا۔ واقعی ہر کوئی ان کی میٹھی زبان اور نرم دل کا گرویدہ تھا۔ اسی لیے ہر طبقے کے لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب رہتے

تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے ان کو خوبصورت صورت کے ساتھ خوبصورت آواز سے بھی نوازا تھا۔مشہور نغمہ "دل دل پاکستان" پہلے انکی پہچان تھا۔اسکے بعد اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھنا شروع کیا تو اللہ نے انہیں بے پناہ مقبولیت سے نوازا۔انہیں اپنے ملک پاکستان سے بہت محبت تھی۔دعوت کے سلسلے میں کئی ملکوں کا سفر کیا۔ان کے دل میں ایک درد تھا۔امت کے ایک ہوجانے کا،لوگوں کورب سے جوڑنے کا۔انہوں نے کئی غیر مسلموں کو دین کی دعوت دی یہاں تک کہ وہ مشرف بااسلام ہوئے۔

انہوں نے اللہ کی خاطر گانے اور شہرت کی زندگی چھوڑی تو اللہ نے علماء کی مجلس میں انہیں مسند پر بٹھایااور آخر میں علماء کے جوار میں جگہ ملی۔

وہ کمال کی شخصیت تھے۔ہر فن مولا جنھیں کہنا چاہئے۔ میوزک انڈسٹری میں گئے تو دلوں کی دھڑکن بن گئے۔دین کی راہ پر چلے تو ہزاروں لاکھوں کے رہنما بن گئے ۔نعت پڑھناشروع کی تو اپنی پرسوز اور نرم آواز کے ذریعے ہر دل میں گھر کر لیا۔کاروبار میں قدم رکھا تو کپڑوں کی سب سے اعلی برانڈ ان کے نام سے مشہور ہوگئی۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر

تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے

خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں

ہزاروں آنکھیں بھگو گیا ہے

ان کی شہادت پر کتنے دن تک آنکھیں برستی رہیں۔یوں لگ رہا تھا جیسے گھر کا فرد ہم سے جدا ہوگیا ہے۔اللہ نے ان کی قربانی دیکھی۔ اللہ بڑا قدر دان ہے۔جنید جمشید صاحب ہمارے لئے ایک پیغام چھوڑ گئے کہ جوانی میں سچی توبہ کرلیں کیونکہ زندگی دھوکہ ہے نجانے کب ہمارابلاوا آجائے۔

اللہ پاک انکے درجات بلند فرمائیں انکی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین!

یہ کون چل بسا یہاں ہر آنکھ اشک بار ہے

ہمیں اکیلے چھوڑ کر کہاں چلے جنید اب

سجا کے انجمن یہاں کہاں چلے جنید اب

سکوت بے خودی میں ہو بتاؤ کچھ جنید اب

حسین لب کھلیں گے کب ہمیں بھی انتظار ہے

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کر آیا ہوں

کالم

اوریا مقبول جان

وہ ان سب لوگوں کی دسترس، طعن و تشنیع اور بغض و حسد سے بہت دور اس بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو چکا ہے جہاں اس کے پاس پیش کرنے کے لیے بہت اثاثہ ہے۔ ایسا اثاثہ، ایسی جمع پونجی، جس پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی فخر کرتے ہوں گے۔ جس کی نعتیں لوگوں کے دامن آنسوؤں سے تر کردیں، جو حمد میں اللہ کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرے، گناہوں پر ندامت کا تذکرہ تو لوگوں کی ہچکیاں بندھ جائیں، اسے کس قدر ناز و محبت سے عرش والوں نے تھاما ہو گا۔ وہ جو فرش والوں کو اپنے رب سے قریب کرنے کے لیے اس عالم شباب میں وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی راہ پر چل نکلا جسے شہرت، دولت اور اس کی دھنوں پر رقص کرتا ہجوم شامل تھا۔ سعدی نے کیا خوب کہا ہے در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری استوقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار "جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ بڑھاپے میں ظالم صفت بھیڑیا بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے۔" یوں تو عالم شباب میں ہدایت کی جانب پلٹ آنا ہی اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے لیکن اللہ کے لیے شہرت کو قربان کرنا سب سے بڑی قربانی ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں ایسے اداکاروں، گلوکاروں یا فنکاروں کی کمی نہیں جو زندگی بھر کیمروں کی چکا چوند اور اسٹیج کی رونق میں ایسے تمام سین قلمبند کراتے اور ایسے تمام جملے بولتے نظر آتے ہیں جو فحش کے زمرے میں آتے ہوں یا پھر ایسی اقدار کی ترویج کرتے ہوں جن سے دین بھی ہاتھ سے جاتا ہو اور معاشرہ بھی بگڑے۔ شہرت ان کا طواف کر رہی ہوتی ہے۔ مال و دولت ان پر نچھاور ہو رہی

ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنی شہرت کے نشے میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ بس اس قدر ڈرتا ہے کہ اپنی اس کمائی سے ایک خطیر رقم خیرات کردیتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسی شوبزنس کی کمائی سے ہر سال ایک عمرہ یا حج ادا کردیتا ہے۔ یہ بھی اللہ کے راستے کی جانب ایک قدم ہے۔ لیکن اللہ کے لیے خالص ہونے کے لیے، اللہ کے دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے لیے کوئی اپنی شہرت کو قربان نہیں کرتا۔ شہرت کی قربانی انسان کی سب سے بڑی قربانی ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ نشہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے انسان اپنا مال و دولت اور محنت و تندرستی سب داؤ پر لگا دیتا ہے۔ جنید جمشید نے جب شہرت کو ٹھوکر مار کر اللہ کے راستے کی فقیری اختیار کی، وہ اس وقت پاکستان کا مقبول ترین گلوکار تھا۔ دولت تو اس پر برس ہی رہی تھی لیکن جدید دور کے ایک سیکولر ذہن والے نوجوان کے لیے یہ کس قدر لذت و انبساط کا باعث تھا کہ جب وہ اسٹیج پر گا رہا ہو تو رقص کے دیوانے نوجوان اپنا ہوش حواس کھو بیٹھیں اور ان میں اکثریت نوجوان لڑکیوں کی ہو جو برابر اس کے ساتھ جھوم رہی ہوتی۔ اس نشے کو اللہ کے راستے پر ترک کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ دولت، آرام، آسائش، گھر بار تو قربان ہو جاتا ہے لیکن ایسی شہرت جس میں تسکین نظر کے سامان بھی موجود ہوں اس کا حوصلہ صرف اور صرف جنید جمشید کو میسر آیا۔ اس نے دنیا کی لذت میں سب سے مرعوب لذت کو اللہ کے لیے چھوڑا۔ اسی لیے مجھے یقین ہے اس کی پذیرائی بھی سب سے مختلف ہوگی۔ ایسے ہی مومن کے بارے میں اقبال نے کہا ہے۔ قدم بے باک ترے از ہجوم جان مشتا قانتو صاحب خانہ ٔ آخر چرا وزوانہ می آئی "جنت میں حوران بہشت مشتاق دید کہیں گی کہ تو بے باک قدم ہو کر اس گھر میں داخل ہو جاؤ، کیوں شرما رہے ہو، تمہارا ہی تو یہ گھر ہے۔" کیسے ہو سکتا ہے کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کا اعلان کریں کہ "اگر کوئی شخص کسی عورت پر نگاہ ڈالنے سے خود کو بچاتا ہے تو اللہ اسی وقت اس کے لیے جنت میں ایک حور تخلیق کر دیتا ہے۔ (مفہوم)۔ لیکن سب ان کے

لیے ہے جو اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوں اور جنید جمشید
کو ان پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے شہرت بھی ترک کی اور
اپنے ارد گرد ان لاکھوں پرستار خواتین سے بھی منہ موڑ کر
ایسا حلیہ اور لباس اختیار کیا کہ جو ایسے پرستاروں کے ہجوم کو
بالکل پسند نہیں ہوتا۔ یہ اس کا اگلا امتحان تھا جس میں وہ
کامیاب ہو گیا۔ یہ موسیقی میں مست لوگوں پر اللہ اپنی محبت
کے دروزے کیوں وا کرتا ہے۔ مجھے بہت حیرت ہوتی جب
میں کسی بڑے گلوکار کو اسلام قبول کرتے دیکھتا۔ ابھی
گزشتہ دنوں فرانسیسی زبان کی مقبول ترین پاپ سنگر دیامز
(Diam's)نے اسلام قبول کیا اور یہ انتہائی خوبصورت
گلوکارہ اسٹیج کی تھرکتی دنیا کو چھوڑ کر ایسی بدلی کہ حجاب پہننا
شروع کر دیا۔ اسے فرانسیسی میڈیا نے جب چبھتے ہوئے
سوال کیے تو اس نے جواب دیا "جب دوائیں میری روح کا
علاج نہ کر سکیں تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے اسلام
قبول کرنے کا تجربہ اپنی خود نوشت میں تحریر کیا اور اس کے
دیباچے میں تحریر کیا "میں موسیقی کو خیر آباد کر رہی ہوں
کیوں کہ یہ میری ذہنی صحت کو برباد کرتی ہے اور اس سے
ملنے والی شہرت تو مجھے برباد اور بے سکون کر دیتی ہے۔"
میری حیرت کو ڈاکٹر حمید اللہ نے ایک واقعہ سے واضح
کیا۔ ڈاکٹر صاحب تمام عمر پیرس میں رہے اور ہزاروں
فرانسیسی ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہ بتاتے
ہیں کہ ایک دن فرانس کا سب سے بڑا موسیقار قرآن کی
قرأت کی کیسٹ لے کر آیا اور بولا یہ موسیقی کا اتار چڑھاؤ
اور زیر و بم تم لوگوں کو کس نے سکھایا۔ میں نے بتایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ ابن
مسعود کی قرأت کو آپؐ نے حضرت داؤدؑ کے مزامیر میں
سے اللہ کی ایک عطا قرار دیا تھا۔ اس نے کہا میں سمجھتا تھا کہ
موسیقی کے زیر و بم مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن یہ
اتار چڑھاؤ تو آفاقی ہے۔ ایسا اتار چڑھاؤ اور زیر و بم کہ آپ کو
کسی موسیقی کے آلات کی ضرورت نہ رہے۔ وہ مسلمان
ہو گیا۔ مگر کچھ دیر بعد آیا اور کہا میری ایک الجھن ہے۔ جب
میں نے سورہ "النصر" پڑھنا شروع کی اور جب "یدخلون فی

دِینِ اللہِ افواجا۔" پڑھا تو "افواجا" پڑھتے ہوئے مجھے لگا کہ "ردم" ٹوٹتا ہے اور میں پریشان ہوگیا۔ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اپنے قاری صاحب یاد آگئے تو بچپن میں جب میں نے "افواجا" پڑھا تو انھوں نے کہا یہ "افواجًا" ہے۔ میں نے پڑھ کر سنایا وہ جھومنے لگ گیا، مجھے گود میں اٹھالیا اور کہنے لگا اگر کوئی موسیقی جانتا ہے تو وہ اسلام کو قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور جو قرآن کی قرأت سن لیتا ہے وہ آلات موسیقی ترک کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اصلی زیر و بم اور اصلی "ردم"

تو یہی ہے۔ باقی سب بے کار ہیں۔ جنید جمشید اسی اصلی حقیقی سچائی سے آشنا ہوا تھا۔ وہ چترال سے ایک تبلیغی دورے سے واپس آرہا تھا، اس کی واپسی کسی کنسرٹ سے بھی ہو سکتی تھی، کسی تفریح سے بھی، لیکن میرے اللہ کو یہ گوارا نہیں کہ جو اس کے لیے نشاط و طرب کی شہرت چھوڑے وہ اسے نیک نامی شہرت عطا نہ کرے۔

Darsequran.com

پر سوز آواز
بلند اخلاق

سیما رضوان

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جنید جمشید شہید کے بارے میں لکھنا بالکل ایسا ہے جیسے کوزے کو سمندر میں بند کرنا۔ جنید جمشید کو اللہ نے ایک پُر سوز آواز اور بلند اخلاق اور باکمال صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

تیرے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے تو تابع ستارہ نہیں

جنید جمشید کی شہادت کی خبر امت مسلمہ کے لیے ایک الم ناک خبر تھی جس کو دل ماننے کو ہرگز تیار نہ تھا مگر یہ ہی وہ لمحہ ہے جہاں ہر شہ بے بس ہو جاتی ہے موت اٹل حقیقت ہے جو ہمارے پیاروں کو ہم سے جدا کر دیتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے شہداء کو یہ رتبہ دیا ہے کہ شہید مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔

جنید جمشید شہید کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو خالصتاً اللہ اپنے لیے منتخب فرماتا ہے اور جو صرف اللہ کی خاطر اپنی شہرت بے پناہ دولت اور آسائشیں چھوڑ دے تو پھر اللہ کی پاک ذات بھی اُس کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتی اور آج کل کے اس نفسہ نفسی کے دور میں اللہ نے ایک مثال ہمیں دکھا دی۔

جنید جمشید شہید ایسی شخصیت کے حامل تھے کہ ہر عمر کے لوگ ان کے گرویدہ تھے جب سے انہوں نے اپنی آواز کو گانے چھوڑ کر اللہ کی حمد بیان کر اور ایک عاشق رسول کی حیثیت سے نعتیں پڑھنے میں اور دعوت تبلیغ میں لگایا اللہ نے ان کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ ان کا انداز بیان ایسا تھا کہ ہر شخص کے دل میں اُتر جاتا تھا اور زبان میں اللہ نے اثر بھی دیا تھا کیونکہ پہلے وہ خود دین کے راستے پر چلے اور پھر لوگوں کو دل سے دعوت تبلیغ دی۔

؎ تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

جنید جمشید شہید کو اللہ نے دنیا میں وہ مقام عطا کیا جس کی تمنا ہر مسلمان کرتا ہے۔ اللہ نے اُن کی زندگی کی بے سکونی کو سکون میں بدل دیا اور چہرے پر داڑھی سے ان کا چہرہ مزید پر نور تھا اور سر پر عمامہ لے کر ان کی شان اور بڑھ گئی تھی اور ٹخنوں سے اوپر شلوار کر کے وہ بیرون ملک میں مسلمانوں کی پہچان بن گئے تھے۔ ان کا یہ حلیہ جو اللہ نے ان کو عطا کیا تھا

ان کے لیے باعث فخر تھا۔

اللہ پاک نے ان کو موت بھی ان کی تمنا کے مطابق دی شہادت کی تمنا کس مسلمان مرد و عورت کی نہیں ہوتی مگر ان پر کو شہادت کی خواہش تھی اور دنیا میں انہوں نے جو تمنا کی ان کو مل گیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جنید جمشید شہید اب ہم میں نہیں رہے مگر ان کی یادیں باتیں اور خوبصورت آواز میں نعتیں ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی اور وہ ہم سب کے لیے اپنی زندگی سے ایک ایسا سبق چھوڑ کر گئے ہیں کہ جو اللہ کے لیے خود کو بدلتا ہے اللہ بھی اس کو دنیا میں کبھی تنہا نہیں چھوڑتا اور ہم بھی اُس راستے پر چلیں جس کی وہ دعوت دیتے تھے دین کی وہ دعوت جس کے لیے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے تو اللہ کا مکمل پیغام اور احکامات ہم تک پہنچا دیئے۔

اب نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اب ہم مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اس دعوت کو رہتی دنیا تک آنے والے لوگوں کو دیں۔

اللہ پاک جنید جمشید شہید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ان کی نقشِ قدم پر چل کر عاشق رسول ﷺ کے داویدار ہی بن جائیں۔

دنیا بھر سے جنید جمشید رحمہ اللہ کی شہادت پر تاثرات

امریکی سکالر، شیخ یاسر قاضی:

یہ 1992 کے موسم گرما کی بات ہے۔ میں یونیورسٹی آف ہیوسٹن میں زیر تعلیم تھا جب جنید جمشید اپنے بینڈ وائٹل سائنز کے ساتھ ہمارے کیمپس میں موسیقی پر مشتمل دورہ کرنے آئے۔ سینکڑوں مسلمان طلبا شرکت کے لیے گئے اور جیسا کہ ظاہر ہے وہاں معمول کی موسیقی، رقص اور گانے کا انتظام تھا۔ ہماری مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (جس کا میں ایک لازمی حصہ تھا!) نے اس تقریب کے خلاف کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا اور اشتہارات تقسیم کیے جس کا مقصد مسلمانوں کو یہ یاد دہانی کرانا تھا کہ ایسی مجالس میں شرکت کرنا ان کے لیے مناسب نہیں ہے۔ جنید کے ہال کے باہر اس 'احتجاج' کا میں بھی حصہ تھا۔

پھر اللہ تعالی نے جنید کو ہدایت دی، انہوں نے موسیقی ترک کر دی اور ایک مبلغ بن گئے۔

15 سال بعد جب میں نے مدینہ سے گریجویٹ کر لیا، 2007 کے موسم گرما میں لندن میں اسلام چینل کے تعاون سے منعقد ہونے والے GPU Event میں جنید جمشید سے ملاقات ہوئی تو ان کو اس کہانی سے آگاہ کیا۔ یہ ملاقات ہم دونوں کے ایک ہی سٹیج پر مغربی دنیا کے سب سے بڑے اجتماع- تقریبا چالیس ہزار حاضرین- سے خطاب کرنے کے چند منٹ بعد ہو رہی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالی کیسے حیران کن طریقے سے کام کرتے ہیں۔ ایک دن میں ان کی محفل موسیقی کے خلاف کوششیں کر رہا تھا اور آج ہم دونوں ایک ہی سٹیج پر ایک ہی پیغام کے لیے موجود تھے۔ میں نے انہیں اپنی دعا کی کتاب کا ایک نسخہ بھی تحفے میں دیا۔ وہ اس بات پر اتنے متاثر اور جذبات سے اس قدر مغلوب ہو گئے کہ بے اختیار مجھے گلے لگا لیا جو کہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔

بے شک اللہ ان لوگوں کا مقام بلند کرتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور ان کے لیے اس دنیا میں بھی محبت لکھ دیتا ہے۔

Darsequran.com

اللہ تعالی جنید جمشید کی موت کو بطور شہادت قبول فرمائیں (حادثے میں وفات پانے والے باقی تمام لوگوں کے ساتھ) اور ان کے خاندانوں کو صبر اور سکون عطا کریں۔

میں یقین نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اپنی آخری نماز جمعہ کی امامت میں ان دو آیات کو تلاوت کے لیے چنا کیونکہ اس حادثے کی روشنی میں یہ عجیب المناک انداز میں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی رکعت میں انہوں نے سورہ بقرۃ کی آیات نمبر 53 تا 57 تلاوت کیں جس میں اللہ کی راہ میں وفات پانے والوں کا ذکر ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ہر مصیبت کے وقت میں کہہ دیں، 'بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'

دوسری رکعت میں انہوں نے سورہ فصلت کی آیات 30 تا 33 تلاوت کیں جو بتاتی ہیں کہ انسانوں میں سب سے افضل وہ ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اچھے کام کرتے ہیں اور اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کو موت کے وقت تسکین و راحت پہنچائے گا۔ فرشتے خود جنت میں خوش آمدید کہتے ہوئے ان کو تسلی دیں گے۔

یہ بات کس قدر متاثر کن ہے کہ ان کی آخری آیات یہ تھیں۔ ان شاء اللہ ان کی خوبصورت وفات کے ساتھ، جس سے اللہ نے ان کو نوازا، یہ ایک مثبت نشانی ہے۔

امریکی سکالر، نعمان علی خان:

(جنید جمشید کی خوبصورت یاد میں)

میں اپنی ٹین ایج میں تھا جب وائٹل سائنز دل دل پاکستان کے ساتھ نمودار ہوا۔ تب سے انکا میوزک چاہے بینڈ کے ساتھ ہو یا سولو، میری زندگی کا نہ جدا ہونے والا حصہ بن گیا۔ مجھے دل سے ان کے تقریبا سب گانے یاد تھے۔ شاید اب بھی ہیں۔

مجھے انکو جاننے کا موقع ان کی تبدیلی کے بعد ملا۔ وہ مجھے ایک امریکہ میں عربی پڑھانے والے پاکستانی نوجوان ٹیوٹر کے طور پر جانتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہیں تھے۔ لیکن پچھلے کچھ سالوں میں ہم نے ایک دوسرے کو بہت جانا اور بیشک ہم دونوں کی مشترکہ انسپیریشن مولانا طارق جمیل صاحب تھے۔

ان سے ذاتی ملاقات کے ذریعے مجھے ہماری جنریشن کی ایک بہت بڑے ثقافتی شخصیت کی نان سیلیبریٹی سائڈ دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کی

حس مزاح، نوجوانوں کے لیے ان کی فکر، شکر گزاری اور عاجزی کمال کی تھی۔ (جو میرے لیے بہت حیران کن تھا کیونکہ وہ شروع سے ہی بہت مشہور رہے دنیا میں) انہوں نے مجھے فون کیا اور میرے لیے دعا کی اور جب میں نے انکو شک کے فائدے کی بات کہی تو انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں انکو اکثر واٹس ایپ کیا کرتا تھا۔ وہ مجھے کہتے وہ مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہیں۔ جب میں نے ان سے اپنے پاکستان آنے کا پلان ڈسکس کیا تو انہوں نے بڑے بھائی کا کردار ادا کرتے ہوئے کہا فکر مت کرو میں سب سنبھال لوں گا۔

میں ایک گلوکار کی حیثیت سے فین سے زیادہ ایک دوست اور بڑے بھائی کی حیثیت سے انکا فین تھا۔ میں انکو پرانی باتوں کی وجہ سے اکثر چھیڑتا بھی تھا اور یہ بہت خوبصورت ہوا کرتا تھا۔ وہ بس اتنا کہتے 'ویل نعمان، اسکا بس یہی مطلب ہے کہ تمہارا میوزک کا ٹیسٹ بہت اچھا ہے۔

ایک انسان جس کے پاس وہ سب تھا جسکا ایک نوجوان خواب دیکھتا ہے اور انہوں نے یہ سب کچھ چھوڑا اس راستے کی خاطر جسکا انہیں علم تھا کہ اس راہ میں انکو تعریف کم اور تنقید زیادہ ملے گی۔ ایک آرٹسٹ اور ایک انٹرٹینر جو اپنے لاکھوں فین کی طرف سے آنے والی محبت اور تعریف کو تضحیک اور تنقید میں بدلنے کے لیے تیار تھا۔ ایک انسان جس نے فرقہ پرستی کی بھیانک شکل دیکھی اور تذلیل برداشت کی اسی مذہب کے نام پر جس کے لیے اس نے سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اور ایک انسان جسکو اللہ نے ایک شہید کے طور پر واپس بلانے کا فیصلہ کیا۔

میں ہمیشہ ان کو ایک ایسے انسان کے طور پر یاد رکھوں گا جس نے اپنے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہ کر زندگی گزاری اور ہمشہ اللہ کا شکر گزار رہوں گا کہ میں جنید جمشید کو اپنا دوست کہہ سکتا ہوں۔

ایک زبردست شخص، ایک زبردست زندگی۔ ہم انکی میراث کو تحریک بناتے ہیں ایک بہتر تبدیلی کے لیے۔ اگر اللہ انکو مزید طاقت اور ہمت دیتا تو وہ اسکو بھی زندگی کے مقاصد کی تلاش میں نکلے نوجوانوں کے لیے وقف کر دیتے۔

اللہ انکی، انکی اہلیہ اور طیارے کے حادثے کا شکار ہونے والے تمام افراد کی شہادت کو قبول فرمائے۔

آپکی کمی محسوس ہو گی جنید بھائی۔

آپکا چھوٹا بھائی نعمان۔

امریکی سکالر، امام طاہر انور:

(جنید جمشید کی وفات پر چند تاثرات)

شیخ نعمان بیگ کے توسط سے مجھے جنید بھائی سے ملنے کا موقع ملا جب وہ چند برس قبل یہاں (سان جوز) آئے تھے۔ ایک مرتبہ وہ انسٹیٹیوٹ آف نالج کی تقریب کے سلسلے میں آئے تھے اور دوسری دفعہ گرینڈ مولد کے لیے آنا ہوا۔ آج صبح اٹھا اور یہ خبر سنی تو بالکل سکتے اور دل شکستگی کی حالت میں بیٹھا رہ گیا۔ پھر یہ احساس گہرا ہونے لگا کہ موت رب کی مرضی کے مطابق کسی بھی لمحے، کسی بھی جگہ اور کسی بھی طریقے سے آسکتی ہے۔ کچھ چیزیں میرے ذہن میں آئیں۔

ہم اپنا آخری ہفتہ کس طرح گزاریں گے؟ ہم کس چیز میں مشغول ہوں گے؟ تبلیغی جماعت سے اتفاق ہو یا اختلاف، مگر یہ ایک جماعت ہے جس میں لوگ اپنے گھروں کا سکون چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ اس میں وہ خود کو خدا اور انسانیت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کی یاد دہانی کراتے ہیں اور لوگوں کو مسجد کی طرف بلاتے ہیں۔ کسی تقریب یا بازار کی طرف نہیں بلکہ اللہ کے گھر کی طرف بلاتے ہیں۔ اپنے گھر میں موجود آرام دہ بستر سے دور، کسی مسجد میں رات بسر کرتے ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آخری ہفتہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے گزارا۔

ہماری آخری ٹویٹ یا سوشل میڈیا پر آخری پوسٹ کیا ہوگی؟ فیس بک پر ان کی آخری پوسٹ جمعہ 2 دسمبر کی تھی۔ ان کی آخری ٹویٹ جنت ارضی اور اللہ کے راستے میں ہونے کے بارے میں تھی۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کی آخری ٹویٹ یا آخری پوسٹ ہوگی۔ چیزوں کو مثبت رکھیں۔

انہوں نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا؟ انہوں نے ہمارے لیے وہ خوبصورت شاعری باقی رہنے دی جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، توبہ اور اللہ سے ملاقات کی باتیں ہیں۔ یا اللہ! یہ کیسا تحفہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گئے! لاکھوں لوگ یہ الفاظ سنیں گے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگیں گے۔ کیسا دائمی صدقہ ہے یہ!

اللہ تعالی ان تمام لوگوں پر اپنی رحمت نازل کریں جو اس حادثے میں وفات پا گئے، ان کے درجات بلند کریں اور ان کے اہل خانہ کو صبر عطا کریں۔ آمین!

داؤد محمد - اسلامک ریلیف، امریکا:

میں جنید سے پہلی مرتبہ 2009 میں ایونٹ آف انسپریشن کے دورے پر UK میں ملا تھا اور ان کی صلاحیتوں اور سٹیج پر موجودگی سے دنگ رہ گیا تھا۔ اس دورے کے دوران ہم نے ایک شہر سے دوسرے تک گاڑی میں سفر کیا اور مجھے ان کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ کسی کے ساتھ سفر کے دوران ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جاننے کا موقع ملتا ہے۔ لوگ بے تکلف ہو جاتے ہیں۔ وہ اور Outlandish تقریبا تمام سفر کے دوران گاتے رہے تھے۔

اگلے سال ہم انہیں امریکا لائے اور انہوں نے Native Deen کے ساتھ Children in Need کے لیے چھ شہروں پر مشتمل دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران انہوں نے اردو میں نشید پڑھے اور مجھے لوگوں سے تبصرے سننے کو ملے کہ اردو سے ناواقفیت کے باجود وہ مسحور ہو گئے تھے۔ پھر چند اور مرتبہ اسلامک ریلیف کے لیے بلایا۔ بہت شفیق انسان تھے، خود اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے وقف کر دیا اور ہمارے کفالت یتیم پروگرام کی بھی رکنیت اختیار کی۔ اپنے ارادوں اور کاموں کے بارے میں بے حد پرجوش، رحمدل انسان تھے۔ مجھے مذاقا کہتے کہ میں ان کا پسندیدہ پٹھان ہوں۔ ان کی مسکراہٹ بھلائی نہیں جاسکتی، یہ آپ کو خوش کر دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ان کی کمی واقعتا محسوس ہو گی۔

گلوکار ذیشان شاہ:

نوے کی دہائی میں پاکستان میں رہتے ہوئے جنید جمشید اور ان کے بینڈ وائٹل سائنز سے واقف نہ ہونا ممکن نہ تھا۔ ان کے کونسرٹس میں جانا، ان کی موسیقی سننا اور فخریہ اونچی آواز میں دل دل پاکستان گانا، اس سب کی بہت پسندیدہ یادیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ پاکستان میں ان کے جیسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان کے اپنے جوانوں کا بینڈ!

مگر پھر میں امریکا چلا گیا اور پاکستانی موسیقی سے تمام تعلق ختم ہو گیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ جنید جمشید میں آنے والی تبدیلی اور انکی روحانی بیداری کا سننے میں آیا۔ انہوں نے موسیقی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ میں اس بارے میں ان کے لیے صرف عزت رکھتا تھا۔ جب وہ اپنی مشکلات سے نبرد آزما تھے، مجھے بھی اپنی جدوجہد کا سامنا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس دوران یوٹیوب پر میں نے ان کی ایک گفتگو سنی تھی۔ وہ بے حد پر اثر تھی اور میں اس کے ہر لفظ کو خود پر منطبق کر سکتا تھا۔ لاعلمی میں ہی وہ میرے رہنما بن گئے تھے۔

انہوں نے اپنی مثال سے دکھایا کہ اللہ کے لیے خود کو کیسے بدلا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی ہی مشکلات میں پھنسے بہت سے لوگوں کے لیے وہ ایک حقیقی تحریک تھے۔

اگرچہ وہ اپنے گرد موجود لوگوں کے ستائے اور آزمائے ہوئے تھے، اپنی غلطیوں کے لیے معافی مانگنے سے وہ کبھی نہ ہچکچائے اور نہ ہی کبھی خود کو اس سے بلند خیال کیا۔ یہ چیز خاصی ہمت طلب ہے اور جس قسم کے وہ انسان تھے اس بارے میں بہت کچھ کہہ دیتی ہے۔

جنید بھائی مجھے ہمیشہ اسی طرح یاد رہیں گے۔ ایک ایسا شخص جس نے اللہ کے لیے سب کچھ تیاگ دیا اور صرف اسی پر بھروسہ کیا۔

انہوں نے مجھے عاجزی، وقار اور صرف اللہ کی رضا اور اس کی جنت کے لیے کام کرنے کا جذبہ سکھایا۔ باقی سب کچھ پھر اسی کے بعد آتا ہے۔

برطانوی سکالر، فاطمہ برکت اللہ:

اللہ جنید جمشید بھائی، ان کے خاندان اور طیارے کے حادثے میں جاں بحق تمام لوگوں کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت نصیب کرے۔

انہوں نے اپنی زندگی کا رخ ایسے وقت میں موڑ دیا جب وہ ایک مشہور پاپ سٹار بنے رہ سکتے تھے۔ انہوں نے دنیا کی لذت کو چھوڑ کر آخرت کی لذت کو چنا اور دوسروں کو اسی راستے کی طرف دعوت دینا اپنا مقصد بنالیا۔

ہم ان سے کچھ سال پہلے ملے تھے اور تب انہوں نے ہم سے چند اچھی باتیں کی تھیں۔ میرے شوہر بتاتے ہیں کہ وہ ہمارے دور دراز کے رشتہ دار تھے۔ رحمہ اللہ، سبحان اللہ! ان کے نشید مکہ اور مدینہ کی طرف لوٹنے اور اللہ کو چاہنے کا جذبہ جگاتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے اہل خانہ کو صبر دیں اور ہم سب کو اس واقعے سے اپنی زندگیاں درست سمت موڑ دینے کی تحریک حاصل ہو، قبل اس کے کہ ہمارا نام بھی ایک ہیش ٹیگ بن جائے جس کے بارے میں لوگ ٹویٹ کریں یا پیغامات کا تبادلہ کریں۔ آمین!

بھائیو اور بہنو! ہمارے دل اپنے بہن بھائیوں اور ایک داعی الی اللہ کے گزر جانے پر تکلیف میں ہیں مگر اللہ کی طرف سے بار بار یاد دہانی ملتی ہے کہ ہمارا وقت بھی عنقریب آنے والا ہے۔ عزیز بہن! عزیز بھائی! اللہ کی طرف آجاؤ! زندگی اللہ کی اطاعت میں نہ گزارنے کے لیے بہت مختصر ہے۔

محمد الشِناوی:

اے اللہ! جنید جمشید اور اس طیارے کے تمام لوگوں کا جن کے بارے میں ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ نے انہیں شہداء کے طور پر چن لیا ہو گا، سب کا خوبصورت استقبال کیجیے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس نے آپ کو راضی کرنے کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا۔ آپ ہی اس کے منصف حقیقی ہیں اور ہماری سوچ سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں۔

بھارتی اداکار، رشی کپور:

پی کے 661 میں جنید جمشید کی شہادت کی خبر پر رشی کپور نے اپنے ایک ٹوئیٹ میں لکھا کہ "اللہ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے، پی آئی اے پرواز میں شہید ہونیوالوں کیلیئے وہ اظہار ہمدردی کرتے ہیں، ہم نے جنید جمشید کی شکل میں ایک کلاکار کھو دیا، اللہ تمام پر رحم کرے، آمین"۔

اداکارہ، صوفیہ چوہدری:

اداکارہ صوفیہ چوہدری نے بھی جنید جمشید کے خاندان کیساتھ اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے بھی ٹوئیٹر پر لکھا کہ "بہت افسوس، نوجوانی میں میں نے ان کیساتھ ایک البم کیلیئے گایا، وہ پاپ گلوکاری کا روشن ستارہ تھے، جنید جمشید اور تمام شہداء کیلیئے دعا ہے کہ اللہ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔

بھارتی اداکار، عامر خان:

عامر خان کا کہنا تھا کہ جنید جمشید سے ملاقات حج کے دوران ہوئی اور جب میں اپنی والدہ کے ساتھ تھا تاہم اس کے علاوہ بھی ان سے ملاقات ہوئی اور ہر بار میں نے جنید جمشید کو بہت اچھا انسان پایا۔ جب جنید جمشید کی موت کی خبر سنی تو مجھے انتہائی افسوس ہوا اور صدمہ پہنچا کیونکہ یہ ایک انتہائی المناک واقعہ ہے۔

بقیہ: میں کیسے بدلا

اب مجھے تین دن تو گزر گئے تھے وہاں۔ میں نے کہا۔

"کیوں بھائی! میں نہیں آسکتا یہاں۔ تو بڑا مسلمان ہے میرے سے۔"

"نہیں نہیں نہیں وہ میں آپ کو دیکھ کر تھوڑا حیران ہو گیا تھا۔ میں آپ کو بڑا فین ہوں۔"

میں نے کہا۔ "یہ جو تھے مولانا طارق جمیل مجھے ان سے ملنا ہے۔"

کہنے لگا۔ "ان سے ملنے کی تو اجازت نہیں ہے کسی کو۔"

میں نے کہا۔ "تم جا کر بتاؤ تو سہی۔"

"اچھا میں کچھ کرتا ہوں!"

تھوڑی دیر بعد باہر آکر کہنے لگا۔ آپ جائیں اندر۔

آپ یقین کرو میں نے مولانا طارق جمیل کو کبھی اکیلا بیٹھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے شاید اس دن ملوانا تھا یا بات کروانی تھی۔ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اپنے خیمے میں۔ جنید غنی نے اندر جا کر کہا۔

"مولانا! میرا ایک دوست ہے جنید جمشید۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

مولانا نے کہا۔ "کون! جنید جمشید!"

میں باہر کھڑا حیران ہو گیا کہ ان کو کیسے پتہ میں کون ہوں۔

"اندر بھیجو اس کو اندر بھیجو۔" مولانا نے کہا اور مجھے اندر بلایا۔ جنید غنی سے کہا۔ تم باہر جا کر بیٹھو اور انتظار کرو۔ اب مجھے مولانا صاحب ایسے تیز نظروں سے مجھے دیکھنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا۔ "آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

کہنے لگے۔ "میں تمھیں نہیں دیکھ رہا میں اللہ کی شان دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "وہ کیسے؟"

کہنے لگے۔ "تمھارے بڑے بڑے بورڈ لگے ہیں فیصل آباد میں۔ میں اکثر ان بورڈز کو دیکھ کر کہتا تھا۔۔۔(مجھے بعد میں مولانا نے بتایا) ہر ایک کو ہدایت مل سکتی ہے اس کو نہیں مل سکتی۔ آج میں جب ائیر پورٹ پر تھا تو وہاں بھی تمھارا بورڈ لگا ہوا تھا۔ تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے میری ملاقات ہو جائے۔ اور تم اب میرے سامنے بیٹھے ہو۔ میں اللہ کی شان دیکھ رہا ہوں۔"

پھر کہنے لگے۔ "دل دل پاکستان تم نے گایا ہے؟"

میں نے کہا۔ "آپ نے سنا ہے؟"

کہنے لگے۔ "سنا تو نہیں بسوں کے پیچھے لگا دیکھا ہے۔"

میں نے سوچا تعارف یوں نہیں تو یوں سہی۔ آئے تو سہی بر سر

الزام ہی آئے۔(مسکراتے ہوئے)ہونٹوں پر کبھی ان کے میرا نام ہی آئے!تو میں نے مولوی صاحب سے کہا۔

"مولانا! میرا ایک سوال ہے۔ ایک پاکستانی جوان میری عمر کا، جس نام شہرت کا تصور بھی نہیں کر سکتا وہ سب میرے پاس موجود ہے۔ لیکن میں اندر سے خالی ہوں۔ لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوں۔ لیکن میں اندر سے بہت پریشان ہوں۔ اس کی وجہ میری سمجھ نہیں آتی۔"

فرمانے لگے۔"تمھیں چوٹ لگی ہے سیدھے گھٹنے پر اور تم مرہم لگا رہا ہے الٹے گھٹنے پر!"

میں نے کہا۔"جی وہ کیسے؟"

فرمانے لگے۔"دیکھو اللہ نے انسان کو دو چیزوں سے بنایا ہے۔ایک جسم جو مٹی کا بنا ہوا ہے اور ایک روح جو اللہ کا امر ہے۔ جسم چونکہ مٹی کا ہے تو اللہ نے اس کی تمام ضرورتوں کو مٹی میں رکھا ہے۔جو کھانا ہم کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں کپڑے پہنتے ہیں۔روح اللہ کا امر ہے یہ آسمانوں سے آئی ہے تو اس کی خوراک بھی اوپر سے آئے گی زمین میں نہیں ہے۔ اگر میں تم کو سونے کے محل میں بند کر دوں اور چار دن کھانے کو نہ دوں۔تو تم کیا کرو گے؟"

میں نے کہا۔"جی میں چیخوں گا کہ مجھے کھانے کو دو۔"

فرمانے لگے۔"بس یہی حال تمھاری روح کا ہے۔ تمھارا جسم اچھے اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ بڑی بڑی گاڑیاں چلاتا ہے۔ اچھے محل میں رہتا ہے۔ پھر تمھاری روح جب بھوکی ہو کر چیختی ہے تو تمھارے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ تم اس روح کی بھوک کا بھی تو کوئی علاج کرو۔"

میں نے کہا۔"اس کی خوراک کہاں ہے؟"

کہنے لگے۔"یہ آسمانوں سے آئی ہے۔ اس کی خوراک زمین میں نہیں ہے۔ دل کے چین اور سکون کا تعلق اس مٹی کے بنے ہوئے جسم سے نہیں ہے بلکہ اس آسمان سے آئی ہوئی روح سے ہے۔ اس کی غذا اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔ نبی کی زندگی، طریقے اور سنتیں ہیں۔ وہ جب تک نہیں ملیں گی یہ روح چیخے گی۔ پھر تم تو مسلمان ہو تمھیں پتہ ہے۔ لیکن غیر مسلم اس چیخ کو سلانے کے لیے کبھی شراب پیتے ہیں کبھی نشہ کرتے ہیں۔ جب تک روح بھوکی ہے اس وقت تم اندر سے بے چین رہو گے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر میں پوشیدہ ہے۔مالدارو، شہرت والو، حکومت والو، اگر دل کا چین چاہیے تو اللہ سے تعلق بنانا پڑے گا۔"

میں تو پہلے ہی پریشان تھا اور تین دن سے بیان سن رہا تھا، مولانا کی یہ بات سن کر میں دھاڑیں مار کر رونے شروع ہو

گیا۔ کافی دیر روتا رہا۔ جب تھوڑا چین آیا تو میں نے مولانا سے پوچھا۔

"مولانا اس کا مطلب ہے میری پوری زندگی برباد ہو گئی؟"

انہوں نے کہا۔ "نہیں! بالکل نہیں۔ یہ معاملہ تم دنیا والوں سے تھوڑی کر رہے ہو۔ یہ تو تم اللہ سے معاملہ کر رہے ہو۔ اور اللہ کے ہاں معاملہ یہ ہے کہ ابھی انسان سوچ ہی رہا ہوتا ہے گناہوں کی معافی مانگنے کا تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ پھر حدیث قدسی سنائی کہ اے انسان اگر تم گناہوں سے زمین و آسمان بھر دو سارے کے سارے، جو کہ اگر تمام جن و انس مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ پھر ایک دفعہ اللہ سے کہو مجھے معاف کر دے تو وہ سارے معاف کر دیتا ہے۔"

میں یقینی سے مولانا کو دیکھنے لگا۔

پھر انہوں نے پوچھا۔ "توبہ کرو گے؟"

میں نے کہا۔ "کس چیز سے؟"

کہنے لگے۔ "پچھلی زندگی سے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ پھر میں نے کہا۔ یا اللہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اور دل میں کہنے لگا کہ یا اللہ میوزک چھوڑنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔ پتہ نہیں یہ مولوی کیا کہہ رہے ہیں۔ لیکن اگر تجھے اس سے بھی کوئی اچھی زندگی میرے لیے نظر آتی ہے تو وہ میرے نصیب میں کر دے کہ واقعی میں میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں۔ تجھے خوش کرنا چاہتا ہوں۔ اے اللہ اپنی پچھلی پوری زندگی پر توبہ کرتا ہوں۔ اپنی اگلی زندگی میں تجھے خوش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ یہ مولوی صاحب فرما رہے ہیں تو تو مجھے معاف کر دے۔

مولوی صاحب کہنے لگے۔ "کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "مولوی صاحب بہت ہلکا۔ ایک بات ہے کہ میوزک روح کی غذا ہے۔"

مولوی صاحب نے کہا۔ "نہیں۔ موسیقی نفس کی غذا ہے۔"

میں آپ کو بتاؤں میری بہنو بھائیو یہ ایسا زہر ہے جب اندر جاتا ہے تو پتہ نہیں چلتا کہ نقصان کتنا کر گیا ہے۔ ٹرائی نہ کرنا۔ لیکن اگر کچھ دیر بیان سنو پھر آدھ منٹ گانا سن لو تو سب اچھی باتیں صاف ہو جاتی ہیں۔ صفایا ہو جاتا ہے۔ یہ حلا ل ہے حرام ہے یہ آپ علماء سے پوچھو۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں جو ہوتا ہے۔ موسیقی انسان کو بے باک کر دیتی ہے۔

مجھ سے ایک بندہ کہنے لگا اب آپ کے لیے پچھلی زندگی کی طرف جانا تو مشکل لگتا ہو گا۔ میں نے کہا کوئی مشکل نہیں۔ گلا تو وہی ہے۔ گا تو سکتے ہیں۔ لیکن اب پچھلی زندگی کی طرف جانے سے بہتر مجھے لگتا ہے کہ میں آگ میں چھلانگ لگا دوں۔ کہ وہ اتنی ایک خطرناک زندگی۔۔۔ صرف گانا نہیں

Darsequran.com

ہو تا وہ ایک پوری زندگی کا نام ہے۔ جیسے یہ ایک پوری زندگی کا نام ہے صرف دعوت کے دو بول کا نام زندگی نہیں ہے۔

میرے دوست مجھ سے لڑتے تھے کہ یار تو ادھر گانا گا۔ ادھر جاکر اذان دے دے۔ میں نے کہا ایسے تو نہیں ہوتا بھئی۔ گانا گانے والے کو تو اذان کی آواز سے نعوذ باللہ کراہیت آتی ہے۔ کنسرٹ ہو رہا ہوتا تھا تو مغرب کی اذان کی آواز آتی تھی تو اس کے بول ہمارے سینے کو پھاڑ کر نکل جاتے تھے۔ یہ کوئی کھیل مذاق تو نہیں ہے۔

خیر میں مولانا کے خیمے سے باہر نکلا سوچتا ہوا جانے لگا۔ میرے اندر آپ یقین کرو ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ ایسی جنگ میرے اندر خیر و شر کی شروع ہو گئی کہ میں راتوں کو اٹھ جاتا تھا۔ پوری پوری رات جائے نماز کھول کر بیٹھا رہتا تھا سوچتا رہتا تھا میں کیا کرنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے خیال آتا تھا تو تو بہت نیکی کر رہا ہے لوگوں میں محبتیں پھیلا رہا ہے۔ دوسرے لمحے خیال آتا تھا کہ کیا یہ بات اللہ اور رسول اللہ کو منظور ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں جو میرے پر گزری ہے۔ اور یہ میں گر کی بات بتا رہا ہوں۔ جب بھی شیطان آپ کو ورغلائے گا ناں وہ دو بتائے گے۔ یار یہ تبلیغ والوں سے ملنا مت۔ بات نہ کرنا ان سے۔ دوسری بات مسجد میں نہ جانا۔ اور بہنو یہی تمھارے ساتھ بھی ہو گا۔ وہ جو ہے ناں تبلیغی اس کی بیوی کو فون نہ کرنا۔ اب تعلیم میں نہ جانا۔ ایک کام کیا کرو۔ گھروالی کو کارگزاری سنایا کرو۔ عورت کا دل مرد سے دس گنا اللہ کی بات جلدی قبول کرتا ہے۔ میں جب اپنی بیوی کو کارگزاری سناتا تھا ناں تو اس کی حالت بدلی ہوئی دیکھتا تھا۔ حالانکہ نہ اس نے وہ اعمال کیے نہ دیکھے۔ بیوی کا ذہن بنے گا تو دین بچوں میں آئے گا۔ تو میں آہستہ آہستہ تین دن کی کارگزاری اپنی بیوی عائشہ کو سنانے لگا۔ پھر اپنی والدہ مرحومہ کو سنانے لگا۔ کرتے کرتے گھر کی خواتین میں سب سے پہلے میری والدہ پردے میں آگئیں۔

اللہ کی شان ہے اور میں آج بھی شکر کرتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ دنیا کی ہر عورت کو اللہ اسی طرح دنیا سے لے کر جائے جس طرح میری والدہ گئیں۔ میں مختصراً بتاتا ہوں۔ میری ساؤتھ افریقہ کی تشکیل تھی۔ پیچھے والدہ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ میرے بھائی نے بولا۔

”جنید امی جا رہی ہیں۔ امی نے اب نہیں رکنا۔ تم آجاؤ۔“

میں نے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا چلے جاؤ پھر ساری زندگی یاد کرو گے۔ اب میں نے امی کو فون کیا۔ میں نے کہا۔ ”امی میں آجاؤں؟“

کہنے لگیں۔ ”ہرگز نہیں بیٹا!“

میں نے کہا۔ ”کیوں؟“

Darsequran.com

کہنے لگیں۔"میں کتنی خوش قسمت ہوں اور میں اللہ کو بتاؤں گی کہ جب میرا انتقال ہوا تو میرا بیٹا تیرے راستے میں تھا۔ تو تم مت آؤ۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا۔ اگر ہو گیا تو اس کو اللہ کی مرضی سمجھنا اور میرے لیے دعا کرنا۔"

اللہ کی شان امی کا انتقال نہیں ہوا۔ میں چالیس دنوں بعد واپس آیا۔ بہت خوش ہوئیں۔ مجھے گلے لگایا۔ کہنے لگیں۔

"دیکھو میں نے کہا تھا ناں تم نہ آتے واپس۔"

پھر حضرات نے دس دن کی کینڈا میں میری تشکیل کر دی۔

میں نے کہا۔

"اماں میں چلا جاؤں؟"

کہنے لگیں۔"چلے جاؤ۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

میں جس دن گیا ہوں اس دن ہم ٹورنٹو کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو پوری ٹورنٹو کی شوریٰ سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرا بیان تھا۔ بیان کے دوران میرا موبائل بند ہو گیا۔ میں نے ساتھ رکھا ہوا تھا اور بہن سے بولا ہوا تھا کہ اماں کے بارے میں بتاتی رہے۔ تو موبائل اچانک بند ہو گیا۔ اب وہ چلے ہی نہ۔ خیر میں نے سائیڈ پر رکھا اور بیان کرتا رہا۔ جب میں عشاء کی نماز کے لیے کھڑا ہوا تو پیچھے سے ساتھیوں نے آکر بتایا کہ والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے بہن کو فون کیا۔ کہتی ہے ابھی فجر سے تھوڑا پہلے انتقال ہوا ہے۔

رات دو ڈھائی بجے امی نے میری بیوی کو بلایا اور کہنے لگیں۔

"دیکھو بیٹا میں نے تو تمھیں ساری زندگی بیوی کی طرح رکھا لیکن میں ساس ہوں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ہو تو مجھے معاف کرنا۔"

تو میری بیوی نے کہا۔

"امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ مجھے تو آج تک کبھی خیال ہی نہیں آیا۔ آپ نے مجھے بیٹی سے کم کبھی سمجھا ہی نہیں۔"

پھر میری بہن کو بلایا اور کہا۔

"بیٹا! مجھے لگتا ہے میں اب چلی جاؤں گی۔ مجھے سورۃ یاسین سناؤ۔" تو میری بہن کہتی ہے تھوڑی دیر بعد آنکھیں بند کر کے لیٹ گئیں اور کہنے لگیں۔

"اب مجھے سورۃ رحمٰن سناؤ۔"

سنتے سنتے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگیں۔"یہ دیکھو۔ کس قدر حسین عورت تمھارے ساتھ کھڑی ہوئی ہے۔ ذرا اپنے اس طرف دیکھو۔ یہ مجھے لینے آئی ہے۔"

میری بہن نے کہا۔"اماں یہاں تو کوئی نہیں کھڑا۔"

تو کہتی ہیں۔"نہیں اس کے پیچھے دیکھو۔ وہاں بھی کچھ لوگ کھڑے ہیں۔"

میری بہن نے کہا۔"اماں چلیں کلمہ پڑھیں۔"

کہنے لگیں۔"اپنے ابا کو بلاؤ جلدی سے۔"

ابا آئے تو کہنے لگیں۔ "دیکھیں میں نے ساری زندگی آپ کی عزت کا خیال رکھا۔ میرے لیے وہ نمبر ایک چیز تھی۔ اس میں اگر کمی بیشی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دیں۔" پھر کلمہ پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اللہ پاک ہر عورت کو ایسے جانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

خیر دوستو! اس طرح میں تبلیغ میں گرتا پڑتا چلتا رہا۔ مولوی عمران سے میری اسی وقت دوستی ہو گئی۔ مرکز میں مجھے نظر آتے رہتے تھے۔ نئے نئے وظائف مجھے بتاتے رہتے تھے۔ کرتے کرتے میں نے ارادہ کیا چار مہینے لگاتا ہوں۔ یہ کورس ضروری ہے۔ پہلے چالیس دن دنیا کا رنگ اترتا ہے۔ زنگ اترتا ہے۔ اگلے چالیس دنوں میں تبلیغ کا رنگ چڑھتا ہے۔ پھر اگلے چالیس دنوں میں اللہ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ پھر اللہ اسے سوسائٹی پروف بنا دیتے ہیں۔ ایسا بندہ جہاں جاتا ہے ماحول بنا دیتا ہے۔ لوگوں کی بری باتوں کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ خیر میں نے اپنے دوست کے ساتھ مل کر ارادہ کر لیا۔

جون جولائی میں میرا دوست تو نکل گیا میں نہیں نکل سکا۔ ایک دن اس کا مجھے فون آتا ہے۔ یہ ہے جی سولہ اکتوبر کی بات 2001!

"جنید بھائی! میں چار مہینے لگا کر آ گیا۔"

میں نے کہا۔ "چار مہینے ہو گئے؟ اتنی جلدی؟"

کہنے لگا۔ "ہاں بس ہو گئے۔ گزر گئے۔ مجھے پتہ نہیں کیسے گزرے۔ بس ضائع ہی ہو گئے۔"

میں نے کہا۔ "کیسے؟"

کہنے لگا۔ "میں اپنے ابا کو ساتھ لے گیا تھا یار! چار مہینے ابا بیمار رہے۔ میں ان کی خدمت ہی کرتا رہا بس۔ اور کچھ نہیں کیا۔ ابا کا پیشاب پاخانہ مسجد میں ہی نکل جاتا تھا۔ میرے تو چار مہینے ضائع ہی ہو گئے۔"

اس کی اس بات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ ایک آدمی کو اپنے باپ کی ایسی خدمت کا موقع ملا ہو اور بھی اللہ کے راستے میں اور وہ کہے کہ میرے تو دن ضائع ہی ہو گئے۔۔۔ چار مہینے بعد اس کے باپ نے اسے گلے سے لگایا اور کہا۔

"بیٹا! تیری وجہ سے میرے چار مہینے لگ گئے۔" اس کے دو دن بعد وہ فوت ہو گئے۔ ہم خود تھے ان کے جنازہ میں۔

میں نے ارادہ کر لیا میں چار مہینے کے لیے جا رہا ہوں۔ میں بیوی کے پاس گیا۔ میں نے کہا۔

"میں چار مہینے کے لیے جا رہا ہوں۔"

کہتی ہے۔ "کب؟"

میں نے کہا۔ "کل!"

کہتی ہے۔ "آپ جائیں! میں پیچھے سے زہر کھا لوں گی۔"

میں نے سوچا چانس لیا جائے یا نہیں۔ موقع تو بہت اچھا ہے۔

میں نے مولوی طارق جمیل کو فون کیا۔ انہیں بتایا تو وہ کہنے لگے۔

”میرا تیس سال کا تجربہ ہے۔ بیویاں اتنی بے وقوف نہیں ہوتیں۔ تم ایسا کرو۔ رات کے کھانے میں اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ ڈالو۔“

اب دیکھیں میری والدہ ہندوستانی ہیں اور میرے والد صاحب پٹھان ! اب پٹھان اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ ڈالے !ویسے شرم آتی ہے۔ میں نے کہا کس طرح کروں گا۔ اب کھانے پر بیٹھے ہوئے۔ بیوی کہتی ہے آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے، میں نے کہا۔ کھاتا ہوں کھاتا ہوں۔ آخر میں نے دعا پڑھی جل تو جلال تو صاحب کمال تو۔ اور اپنی بیوی کے منہ میں نوالا ڈال دیا۔

وہ جھینپ سی گئی۔ کہنے لگی۔

”یہ کس نے سکھایا آپ کو؟“

میں نے کہا۔ ”مولوی طارق جمیل نے۔“

کہنے لگی۔ ”آپ کی اس پوری تبلیغ میں ایک وہی آدمی ٹھیک ہے!“

(قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے)

پھر کہنے لگی۔ ”کام کیا ہے آپ کو۔“

میں نے کہا۔ ”یار مجھے جانے دے چار مہینے کے لیے۔“

پھر میری بیوی نے میرا بیگ بنایا۔ اس اللہ کی بندی کے لگے چار مہینے۔ میں تو پوری دنیا گھومتا رہا۔ اس نے میرے بچوں کو دیکھا۔ میرے ماں باپ کی خدمت کی۔ پیسے مرے پاس نہیں تھے۔ میں نے اس سے پوچھا عائشہ تم کیسے چلاؤ گی سب۔ اللہ جانتا ہے اس نے کیسے کیا۔ اللہ اسے جزائے خیر دے۔ اللہ اسے خوش رکھے۔

اور۔۔۔ میرے چار ماہ لگ گئے! اس طرح لگے۔ تو گھر والی کا ذہن بنے گا ناں تو کام بنے گا۔ کیونکہ یہ دعوت کی لائن ایسی ہے کہ اللہ نے عورت اور مرد کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔

اسی طرح سے وقت چلتا رہا اور میری زندگی کے پانچ سال گزر گئے۔ میں یہ فیصلہ کر لیا پانچ سال بعد کہ آج کے بعد نہیں گاؤں گا۔ فون آتا ہے جمالی صاحب وزیر اعظم (2002) کے ملٹری کا کہ پنڈی میں مادر ملت ٹرین لانچ ہو رہی تھی۔ اس کی پہلی تقریب تھی۔ اس میں دل دل پاکستان آپ نے گانا ہے۔ میں نے کہا۔ میں تو توبہ کر چکا ہوں۔

تو انہوں نے کہا پرائم منسٹر آپ سے خود بات کرنا چاہیں گے۔

جمالی صاحب بہت نفیس آدمی۔۔ کہنے لگے۔

”جنید صاحب! بے نظیر بھٹو کا ٹائم آیا آپ نے گایا، نواز شریف کا ٹائم آیا آپ نے گایا، ہمارا ٹائم آیا آپ نے توبہ کر

لی۔"

میں نے کہا۔"سر! میں گاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ میں وہاں اعلان کروں گا میں آخری بار گا رہا ہوں۔ آپ کو منظور ہے؟"

کہنے لگے ۔"جی منظور ہے۔" ان کے ساتھ تھے انفارمیشن منسٹر شیخ رشید صاحب۔ شیخ رشید نے سال کا چلہ لگایا ہوا ہے 1990 میں۔ کبھی ان سے چلے کی کارگزاری سنیں تو بڑا ایمان بڑھتا ہے۔ وہ اس وقت کے قصے سناتے ہیں جب لوگ رائیونڈ میں بیٹھے ہوتے تھے تو ٹرین سامنے سے گزرتی نظر آتی تھی۔ اللہ نے شیخ رشید صاحب سے دعوت کی لائن میں بڑے خیر کے کام لیے ہیں۔ اسلام آباد میں ایک دفعہ اجتماع کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ حالات خراب تھے۔ یہ گئے پرویز مشرف کے پاس اور کہا۔"میں گارنٹی دیتا ہوں۔ سر ان کو کرنے دیں۔" میں نے شیخ رشید صاحب سے کہا۔"سر آپ نے تو وہ چھکا مارا ہے ایک ہی بار۔ تین دن میں تین لاکھ لوگ جمع ہوئے۔ اللہ کی باتیں ہوئیں۔ سینکڑوں جماعتیں نکل گئیں۔ بڑا خوش ہوئے میری بات سن کر۔"